UNIVERSAL
LIBRARY
OU_222678
UNIVERSAL
LIBRARY

Osmania University Library
Call No. ۸۹۱۵۴۳۱۲
Name of Book مجموعہ قصص منظومہ
Name of Author

اِنَّ مِنَ الْبَیَانِ لَسِحْرًا

مجموعۂ قصائد مومن

مرتبہ

ضیاء احمد (ایم اے) بدایونی

جس میں ہندوستان کے مشہور نازک خیال حکیم
مومن خاں مومن دہلوی کے اردو قصائد تصحیح اور
اضافہ مقدمہ و حواشی کے ساتھ درج ہیں

باہتمام اسحٰق علی علوی مالک و پرنٹر

ناظر پریس لکھنؤ میں طبع ہوا

سنہ ۱۹۲۵ء

فہرست مضامین

۱ ۔ انتساب ——————

۲ ۔ اعتذار ——————

۳ ۔ قول شارح —————— الف تا ہ

۴ ۔ سوانح حکیم مومن خاں دہلوی —————— و تا غ

۵ ۔ قصائد مومن خاں دہلوی —————— ا تا ۱۴۲ تا ۲۱۲

(۱) حمد پاک —————— ۱

(۲) نعت شریف —————— ۹

(۳) منقبت امیر المومنین سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ ۲۳

(۴) منقبت امیر المومنین سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ ۳۶

(۵) منقبت امیر المومنین سیدنا عثمان ذی النورین رضی اللہ عنہ ۴۵

(۶) منقبت امیر المومنین سیدنا علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ ۵۹

(۷) منقبت امیر المومنین سیدنا حسن مجتبیٰ رضی اللہ عنہ ۶۵

(۸) قصیدہ در مدح ظہیر الدولہ امیر الملک نواب محمد وزیر خاں نصرت جنگ
والی ریاست ٹونک ۷۵

(۹) قصیدہ مدح راجہ اجیت سنگھ برادر راجہ کرم سنگھ رئیس پٹیالہ ۸۸

انتساب

لائق نہ بود قطرہ بہ عماں بردن ۔۔۔ خار و خسِ صحرا بہ گلستاں بردن
اما چہ کنم کہ رسمِ مورے باشد ۔۔۔ پائے ملخے پیشِ سلیماں بردن

میں غایت خلوص و ارادت اور کمال افتخار و مباہات کے ساتھ اپنی اس تُنک مایہ ادبی خدمت کو مخدوم ملت فخر قوم عالیجناب آنریبل جسٹس ڈاکٹر شاہ محمد سلیمان ایم اے ایل ایل ڈی کے نام نامی سے (جن کی ذات گرامی مغربی تعلیم کے اعلیٰ مدارج طے کرنے اور اپنے عالیقدر منصب کی اہم ذمہ داریاں رکھنے کے باوجود مشرقی روایات کی حامل اور قومی خدمات کی کفیل ہے) اُس ذوق صحیح اور شغف عظیم کی بنا پر جو جناب ممدوح کو ایشیائی شاعری اور اردو ادب کے ساتھ ہے باجازت خاص معنون کرنے کی مسرت حاصل کرتا اور اپنے لیے سرمایۂ نازش بہم پہونچاتا ہوں۔

نیاز کیش صفیا

اعتذار

عجز انسان کے لیے منقصت ہے اور اعتراف عجز فضیلت۔ مجھے نہایت صفائی کے ساتھ اقرار کرنا چاہیے کہ صحت کے بلند آہنگ دعووں اور پیہم کوششوں کے باوجود یہ کتاب بھی سہو کتابت سے خالی نہ رہی۔ قارئین کرام معذرت قبول فرمائیں اور تصحیح کریں۔

صفحہ	سطر	غلط	صحیح	صفحہ	سطر	غلط	صحیح
الف	۱۰	زبان	زمان	ق	۱۷	زبان	زیان
ب	۶	بدر	بدو	ر	۱۰	خط کو	خط کی
"	۱۴	بدیوانی	بدایونی	ض	۲	عمان ہم	عمان ہم
ہ	۳	سنہ ۱۹۲۲ء	سنہ ۱۹۲۴ء	ط	۴	کون زحل سے	کون زحل سے
و	۲	سنہ ۱۲۶۹ء	سنہ ۱۲۲۸ھ	غ	۹	گل تری	گل طری
ز	۱	انگریز	انگریزی	۱۸	۶	چشم بصر	چشم بشر
ک	۷	پیچیدگی ساتھ	پیچیدگی کے ساتھ	۲۵	۴	معجر	خاور
م	۱۰	خوف وتردید	خوف تردید	"	۵	خاور	معجر
ص	۴	لو	تو	۲۶	۷	(کیوان)	زحل (کیوان)
"	۹	عالم	عام	۲۸	۷	چارہ فرمائیے	چارہ فرمایئے

صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۳۸	۱	سائل	ساحل
〃	۱۱	طمعہ	طعمہ
۴۲	۱۰	وز	موشہ
۴۵	۵	اسفل	سافل
۵۱	۱	قضائے	فضائے
۶۲	۹	مہمان	تیغ کے مہمان
۶۷	۹	قصہ	قصد
〃	۱۰	اُچک	آچک
۷۱	۱۰	مقدر کہتے ہیں	تقدیر کہتے ہیں
〃	۱۲	ٹھہرنا	ٹھہرا
۷۷	۱۲	شبستاں	شبستانی
۸۱	۱۲	مارگردن	بارگردن
۸۲	۱۶	اور	اودھر
۸۳	۱۱	دامنِ گل	دامن
〃	۱۲	نجومی	نجوم
۸۴	۳	سجدی	سجدہ
۸۹	۵	روزِ محشری	روز محشری (بے اضافت)
〃	۷	مذاقِ شکری	مذاق شکرے (بے اضافت)
۹۰	۶	گھر	گر
〃	۷	پاس	یاس
۹۳	۱۰	اس	اسکی
۹۴	۸	حکومت	محاصل حکومت
〃	۱۳	اضافہ کرنا	اضافہ نہ کرنا
۹۵	۶	امتیاز	امتزاج
〃	۱۰	حلق	خلق
۱۰۰	۳	جبرتی	حیرتی

قولِ شارح

انسان نے جب عالم شعور مین پہلے پہل آنکھ کھولی تو اپنے آپ کو تمامتر جذبات کی حکومت مین پایا۔ یہی وجہ ہے کہ جس چیز کو اُسنے جلال یا جمال کا مظہر سمجھا اُسی کو معبود قرار دے لیا۔ انھیں واردات قلبی کی تصویر کا نام شعر ہے اَلشِّعرُ مَا تَنبَسِطُ بِہِ النَّفسُ اَو تَنقَبِضُ یہ تعریف (اور کسی جامع و مانع تعریف کے مبحث کا یہ موقع بھی نہین) نسبتہً محدود سہی لیکن کم ازکم ایشیائی شاعری کے بڑے حصہ پر ضرور صادق آتی ہے۔

اب ان واردات وجذبات مین جذبۂ محبت کو لیجئے جو تمام جذبات مین قوی تر اور جسکی حکومت سب سے زیادہ عالمگیر ہے۔ دنیا نے ہزارون پلٹے کھائے اور کھائیگی۔ زمانہ نے لاکھون کروٹین بدلین اور بدلے گا۔ لیکن عشق کے جذبے اور حسن کے جلوے نہ بدلے اور نہ بدلین گے نہ یہ زبان سے مخصوص ہین نہ مکان سے۔ نہ کسی فرد پر منحصر ہین نہ قوم پر۔ اُسی داعیہ قلبی اور جاذبہ فطری کے بیساختہ اُبل پڑنے کو مین حقیقی تغزل سے تعبیر کرونگا۔ اور یہی سبب ہے کہ جو باکمال اس مصوری مین پورا اترتا ہے وہی جذبات انسانی کا صحیح نبض شناس سمجھا جاتا ہے۔

تغزل کو خیالات اور سوز و گداز کے مضامین مین اردو شاعری میر کے بعد جسقدر مومن کی طرفہ کار طبیعت اور دور رس تخیل کی رہین منت ہے کسی دوسرے کی نہین۔ لیکن افسوس کہ مومن کے پیچیدہ اسلوب بیان اور اُسپر مستزاد مطبعون کی تصحیف و تحریف نے اس باکمال کے کلام مطبوعہ کو اس قابل نہین رکھا کہ عام فہم کہا جا سکے۔

خاکسار کو فطرۃً بدو شعور سے شعر و سخن سے ذوق اور دیوانون کا شوق رہا۔ علاوہ برین خاندان کے علمی مشاغل نے سونے پر سہاگے کا کام دیا۔ اور شروع سے یہی چرچے کانونمین پڑے۔ یہی وجہ ہوئی کہ طالبعلمی ہی کے زمانہ مین اردو۔ فارسی۔ عربی کے اساتذہ کے دیوان مطالعہ مین رہنے لگے۔ اُسی دوران مین یہ خیال پیدا ہوا کہ دیوان مومن کو اس طریقہ سے اڈیٹ کیا جاے کہ دیوان کامل تصحیح و تشریح کے ساتھ علم دوست پبلک کے ہاتھون مین پہونچے۔ مگر اُس زمانہ مین چند در چند ایسے موانع پیش آئے کہ یہ خیال قوۃ سے فعل مین نہ آسکا۔ اس مرتبہ میرے لائق دوست اور عزیز قاضی حضور الرحمن صاحب مختار بدیوانی نے مجھے مشورہ دیا کہ مومن کے ہمسر اور ہمعصر اساتذہ (غالب اور ذوق) کے ساتھ تو ملک کے ذی علم طبقہ نے بجا طور پر کافی اعتنا کیا ہے۔ چنانچہ بازار کے معمولی نسخہ کے علاوہ اُستاد ذوق کا کلام اُنکے فاضل شاگرد شمس العلماء مولوی محمد حسین

آزاد نے اس اہتمام وصحت کے ساتھ چھاپا ہے کہ لائق دید بھی ہے۔ اور قابل داد بھی۔ رہے مرزا غالب سو اُنکے دیوان سے نئی تعلیم یافتہ جماعت جسقدر مانوس ہے اُسکا ثبوت یہ ہے کہ برلن اور بھوپال وغیرہ سے قطع نظر کرکے صرف ہمارے بداون سے اسوقت تک چار دیدہ زیب اڈیشن تصحیح وتشریح کے ساتھ شائع ہو چکے ہین۔ مگر مومن کی طرف اسوقت تک کسی نے توجہ نہین کی مناسب ہے کہ صحت و صفائی کے اہتمام کے ساتھ ضروری فٹ نوٹ چڑھاکر کلام مومن کا صحیح نسخہ شائع کیا جائے۔ اُن کا یہ مشورہ دراصل سرود بہ مستان یاد دہانیدن کا مصداق تھا۔ مینے تہیہ کرلیا کہ حتے الوسع اس کام کو فورًا شروع کردیا جائے۔ چنانچہ اس غرض سے کلیات مذکور کے متعدد و مسوّدون اور مطبعون کے آٹھ دس پرانے نسخے فراہم کیئے گیئے اور اسی سلسلہ مین بعض مقامات کا سفر بھی اختیار کیا گیا۔ لیکن مجھے افسوس کے ساتھ کہنا پڑتا ہے کہ تمام نسخے آپسمین مختلف نکلے گو غلط ہونے مین سب یکسان تھے۔ بہرحال اپنے امکان بھر مقابلہ کرکے صحت کی گئی اور مشکل اشعار کے ذیل مین ضروری نوٹ اضافہ کردئے گئے۔ اور جہان باوجود مقابلہ اور سعی کے شعر صاف نہ ہوسکا وہان ذاتی اجتہاد سے کام لیا اَلمُجتَہِدُ قَدْ یُخْطِیُ وَیُصِیبُ پھر بھی وثوق کے ساتھ کہا جاسکتا ہے

کہ مشہور و متداول مطبوعہ نسخوں سے اس اڈیشن کو صحیح تر پائے گا۔
کسی نے سچ کہا کہ مَنْ صَنَّفَ فَقَدِ اسْتُهْدِفَ اس بنا پر اگر کسی سمت
سے تعریض و اعتراض کی آواز بلند ہو تو خلافِ توقع نہیں کہی جا سکتی۔
البتہ قارئین کرام سے یہ استدعا ہے کہ اگر کوئی غلطی پائیں (کیونکہ مجھے معصوم
ہونے کا ادعا نہیں) تو دامنِ عفو سے چھپانے کے بجائے براہ کرم
دوستانہ طور پر مجھے اطلاع بخشیں تاکہ طبع ثانی میں تصحیح کر دی جائے
رَحِمَ اللّٰہُ مَنْ ہَدَانِیْ اِلٰی عُیُوْبِیْ۔
آخر میں مجھے سچائی اور شکر گذاری کے ساتھ اعتراف کرنا چاہیے کہ اگر
قاضی حضور الرحمن صاحب کی سعی اور جانفشانی میری شریک کار نہ ہوتی
تو مجھے اپنی اس دیرینہ آرزو کے بر روئے کار لانے کا ہرگز موقع نہ ملتا
یہ کتاب دراصل میری مساعی سے زیادہ اُنکی مستقل مزاجی کی مرہون
احسان ہے۔ اسی کے ساتھ مجھے اپنے چند ذی علم اور محترم بزرگوں اور
دوستوں کا بھی منت پذیر ہونا لازم ہے جنھوں نے وقتاً فوقتاً اپنے
قیمتی مشوروں سے مجھے امداد دی۔ ان حضرات میں مولانا سید عنایت احمد
صاحب حیرت مولوی یعقوب بخش صاحب راغب قاضی غلام سجاد صاحب نبیل
کے اسمائے گرامی خاص طور پر قابلِ ذکر ہیں۔
اسوقت صرف قصائد مومن کی قسط شائع کی جا رہی ہے۔ اگر وقت نے

مساعدت کی تو غزلیات کا حصہ بھی (جو مقابلۃً زیادہ سلیس اور دلکش ہے) معزز پبلک کی خدمت میں انشاء اللہ العزیز جلد پیش کیا جائے گا۔

یکم اکتوبر سنہ ۱۹۲۲ء

ضیاء احمد ایم اے بدایونی
ریسرچ سکالر۔ الہ آباد یونیورسٹی

سوانح حکیم مومن خان دہلوی

۱۲۱۵ھ — ۱۲۶۸ھ

نام وتخلص وولادت - جب یہ پیدا ہوئے تو انکے والد جو حضرت شاہ عبدالعزیز دہلوی سے کمال عقیدت رکھتے تھے شاہ صاحب کو لائے اُنھون نے انکے کان مین اذان دی اور مومن خان نام رکھا۔ گھر والون نے حبیب اللہ نام رکھنا چاہا لیکن شاہ صاحب ہی کے نام سے نام پایا اسی اعتبار سے تخلص مومن رکھا۔ ان کی ولادت ۱۲۱۵ھ (مطابق ۱۷۹۶ء) مین ہوئی۔

خاندان - ان کے والد حکیم غلام نبی خان ولد حکیم نامدار خان شہر کے شرفا مین سے تھے جنکی اصل نجبائے کشمیر سے تھی - حکیم نامدار خان اور حکیم کامدار خان یہ دو بھائی سلطنت مغلیہ کے آخر دور مین شاہی طبیبون مین داخل ہوئے دہلی آکر چیلون کے کوچہ مین مقیم ہوے یہ وہ زمانہ تھا کہ تیموری حکومت کا چراغ ٹمٹما رہا تھا - مگر پھر بھی بڑون کی بڑی باتین - چنانچہ شاہ عالم کے زمانہ مین پرگنہ نارنول مین جاگیر عطا ہوئی - لیکن آخر مین نواب فیض طلب خان نے ان کی جاگیر ضبط کر کے ہزار روپیہ سالانہ پنشن ورثہ حکیم نامدار خان کے نام مقرر کر دی - اور اُس مین سے حکیم مومن خان نے بھی اپنا حصہ پایا -

اسکے علاوہ کچھ پنشن سرکار انگریز سے بھی ملتی تھی۔
تعلیم۔ بچپن کی تعلیم کے بعد شاہ عبدالقادرؒ دہلوی سے عربی کی ابتدائی کتابین پڑھتے رہے۔ حافظہ اور ذہن خداداد تھا۔ اکثر حضرت شاہ عبدالعزیز صاحب کی مجلس وعظ مین حاضر ہوتے اور بعد وعظ تمام مطالب و نکات ازبر سنا دیتے۔ جب عربی مین استعداد ہو گئی تو والد اور چچا حکیم غلام حیدر خان اور غلام حسن خان سے طب کی کتابین پڑھین اور انھین کے مطب مین نسخہ نویسی کرتے رہے۔ نجوم اہل کمال سے حاصل کیا اور اُسمین مہارت بہم پہونچائی۔ ایک شعر مین اپنی نجوم دانی کو عجیب اسلوب سے ظاہر کرتے ہین۔ ان نصیبون پر کیا اخترشناس + آسمان بھی ہے ستم ایجاد کیا +
شاعری۔ انھین شعر و سخن سے طبعی مناسبت تھی۔ اور عاشق مزاجی نے اُسے اور بھی چمکا دیا تھا۔ ابتدا مین شاہ نصیر مرحوم کو اپنا کلام دکھایا۔ مگر پھر اصلاح لینی چھوڑ دی۔ اُن کے مشہور شاگرد نواب مصطفےٰ خان شیفتہ نواب اکبر خان۔ میر حسین تسکین۔ سید غلام علی وحشت۔ نواب اصغر علیخان نسیم تھے۔ غزل نہایت دردناک آواز سے پڑھتے تھے۔ مومن اردو کے باکمال اُستاد ہونے کے علاوہ فارسی نظم و نثر پر بھی یکسان قدرت رکھتے تھے۔
علمی اور دیگر مشاغل۔ شطرنج سے اُنکو کمال مناسبت تھی اور شہر کے بڑے شاطرون مین شمار کیے جاتے تھے۔ تاریخ گوئی مین انکو خاص ملکہ تھا

تعمیہ وتخرجہ تاریخ مین معیوب ہے مگر اُن کی طبع رسا نے محاسن تاریخ مین داخل کردیا۔ معمّا اور چیستان بھی خوب لکھتے تھے۔ نجوم مین کامل مہارت پیدا کرلی تھی۔ چنانچہ اُن کے احکام سے دوسرے منجم حیران رہ جاتے تھے۔

اخلاق و عادات۔ وضع و انداز۔ رنگین طبع۔ رنگین مزاج۔ خوش وضع۔ خوش لباس۔ کشیدہ قامت۔ سبزہ رنگ۔ سر پر لنبے لنبے گھونگر والے بال تھے۔ ململ کا انگرکھا۔ ڈھیلے ڈھیلے پائینچے پہنتے تھے۔ اسقدر غیور تھے کہ کسی کا احسان لینا گوارا نہ کرتے تھے۔ اُنھون نے ارباب دنیا کی تعریف مین کچھ نہین کہا۔ اِن راجہ اجیت سنگھ برادر راجہ کرم سنگھ رئیس پٹیالہ (مقیم دہلی) کی تعریف مین ضرور مدحیہ قصیدہ لکھا جنھون نے اُنکو خود بلایا تھا۔ اور انعام و اکرام سے سرفراز کیا تھا۔
دوسرا قصیدہ نواب وزیر الدولہ کی شان مین (جن سے مومن کو روحانی نسبت بھی تھی) تحریر کیا اور حاضری دربار سے معذرت ظاہر کی۔ اُنکو اساتذہ سلف کی تعریف کرنا اور سُننا پسند نہ تھا۔ طبیعت مین نازکخیالی کے ساتھ نازک مزاجی غالب تھی۔

معاش۔ اُنھون نے شاعری کے ذریعہ سے روپیہ پیدا کرنا پسند نہین کیا اسی طرح نجوم و رمل و طبابت کو بھی ذریعۂ معاش نہین بنایا۔ انکو جو کچھ

دلی مین میسر تھا اُسی پر قناعت کی۔ اگرچہ چار پانچ مرتبہ دلی سے باہر نکلے اور بدایون۔ سہسوان۔ اور رامپور وغیرہ گئے۔

مذہب۔ سید احمد صاحب رائے بریلوی کے مرید تھے۔ جو مولوی اسمٰعیل دہلوی کے پیر تھے حکیم مومن خان آخر وقت تک انھین کے عقائد کے قائل رہے

وفات۔ مدفن۔ اور اولاد۔ ۱۲۶۸ھ مین کوٹھے سے گر کر ۵ مہینے کے بعد انتقال کر گئے جیسا کہ خود حکم لگایا تھا۔ ۵۲ سال کی عمر پائی۔ گرنے کی تاریخ خود کہی تھی۔ دست و بازو بشکست۔ دلی دروازہ کے باہر مہندیون کے جانب غرب زیر دیوار احاطہ مدفون ہوئے اور احمد نصیر خاں ایک فرزند چھوڑ گئے۔

کلام پر رائے[1]

جس طرح مومن کی لائف مین ہم بعض نمایان خصائص دیکھتے ہین۔ اسیطرح اُنکے کلام مین بھی چند ممتاز خصوصیات نظر آتی ہین۔ مومن سے پہلے جسقدر شعرا گذرے ہین قصیدہ مین (باستثناے سودا) مومن کا کوئی ہمسر نہین۔ اگرچہ پختگی اور روانی مین قصائد ذوق کا درجہ کہین ارفع ہے

[1] اس حصہ مین اصناف سخن پر عام تبصرہ ہے جسمین عموماً کلام مومن کے وہ محاسن ہین۔ جو دوسرے اساتذہ کے کلام مین بھی پائے جاتے ہین۔ گو اُنکے یہان زیادہ نمایان ہین۔ اُنکی خصوصیات شاعری آگے آتی ہین۔ مولف

تاہم زورؔ[۲] اور ندرت مین مومن کا جواب نہین ہوسکتا۔ اُنکی تشبیب[۳] عموماً نادر اور انوکھی ہوتی ہے۔ اور اُسکے ساتھہی ہر قصیدہ مین تعلّی[۴] اور شکایت زمانہ کہ سنت الشعرا ہے اس شکوہ اور زور کے ساتھ پائی جاتی ہے کہ عرفی کا دھوکا ہوتا ہے تخلیص[۵] یاگریز البتہ نسبتہً کمزور ہوتا ہے

۵۲ زور اور ندرت وغیرہ اصلاً وجدانی امور ہین جنکا فیصلہ ہر شخص بذات خود کرسکتا ہے۔ تاہم ایک حد تک آنے والی مثالون سے یہ مفہوم واضح ہوسکتا ہے۔

۵۳ تشبیب مین شعرائے سلف بالعموم بہاریہ مضامین یا مناظر وغیرہ سے ابتدا کرتے تھے۔ مومن خان نے تشبیب کو اُسکے حقیقی معنی مین منحصر کردیا گویا اُنکی تشبیب مین سرتاپا تغزل کی شان نظر آتی ہے۔ مثال کیلئے قصیدۂ سوم۔ چہارم۔ پنجم۔ ہفتم ملاحظہ ہون ۱۲

۵۴ تعلی اور شکایت زمانہ کی مثالون کے لیئے اُنکے قصیدے دیکھو بجز ایک آدھ قصیدے کے کوئی اس رنگ سے خالی نہین۔

۵۵ اس مین اگرچہ ایک گونہ تنقیص کا پہلو نکلتا ہے لیکن ناقد کا فرض ہے کہ بے کم وبیش تمام حسن وقبح ظاہر کردے۔ بلاشبہ مومن کے بعض گریز ایسے ہین جن سے تکلف وتصنع ٹپکتا ہے اور یہ نہین معلوم ہوتا کہ بات مین بات نکل آئی ہے۔ قصیدہ سوم۔ پنجم۔ ہفتم ملاحظہ ہون۔

کلام مین عقیدت[۵۶] کی جھلک اکثر نظر آتی ہے اور اُسی کے ساتھ کہین
کہین مذہبی تقریضین بھی کر جاتے ہین - قصائد مین علمی[۵۷] مضامین بکثرت
لاتے ہین اور چونکہ خود نجوم و رمل و طب مین ید طولیٰ رکھتے ہین اس لئے
مخصوص مصطلحات سے کلام کا اغلاق بڑھا دیتے ہین کہین کہین تلمیحات[۵۸]
اور آیات و احادیث کی طرف بھی اشارات کرتے ہین اور عربی جملون کو
تو اس خوبی سے تضمین کر جاتے ہین کہ انگوٹھی مین نگینہ کا گمان ہوتا ہے
کلام مین خیالات کی پیچیدگی ساتھ کہین کہین بندشون کی سستی[۵۹] اور

۵۶ نعت و منقبت مین ایسی والہانہ اور بیخودانہ محبت و عقیدت ظاہر ہوتی ہے کہ اُنکے مذہبی
تقشف و تشدد کو دیکھتے ہوے استعجاب ہوتا ہے قصیدون کے علاوہ چند مثنویان بھی اسی جوش سے
لبریز ہین - البتہ بعض قصائد و رباعیات مین مذہبی نوک جھوک جسکے وہ مرتکب ہوے ہین انکی شایان شان نہیں معلوم ہوتی
۵۷ حکمت - طب اور نجوم کی اصطلاحات قصیدہ نعت کے آخر مین دیکھو - یہان اشعار بخوف طوالت نظر انداز کیے گئے
۵۸ تلمیحات و اشارات انکے یہان بکثرت ہین - مثال کے لیئے دیکھو سبوس - وقیانوس وغیرہ اسیطرح
منقبت مین ابی الفضل - باب علم وغیرہ اور لا یکتسب - و لا تنہر عربی جملون کی تضمین انکی قادر الکلامی کی
روشن دلیل ہے - مثلاً الحمد لواہب العطایا - کشف بجالک الغطا یا و غیر ذالک ۱۲
۵۹ نہایت سچائی کیساتھ کہنا پڑتا ہے کہ مومن با وجود باکمال استاد ہونیکے بعض مواقع پر بندشون کی سستی کی
پروا نہین کرتے یہی سبب ہے کہ لفظی و معنوی تعقید پیدا ہو کر شعر معما بنجاتا ہے مثلاً - ہے کفر و بدعت ایک نہین تا رہے
زنار مومن آپسے کیون برہمن کی یاد - یا غم خانہ تنگ تا ہے اوہم سیاہ روز جلتے ہین یعنی جا بیٹھے آنکھون بجھا چراغ ۱۲

نا درستی ضرور تعقید پیدا کر دیتی ہے۔ تاہم عام طور سے نئی ترکیبون مین انکا مجتہدانہ اختراع اردو کی توسیع کی طرف ایک مبارک قدم کہا جا سکتا ہے غزلون مین مضامین نہایت بلند اور خیالات بہت نازک ہین۔ عشق و رشک وصل و ہجر کے مضمون مومن کا حصتہ ہین۔ فلسفہ[۵۰] اور اخلاق اُنکے یہان الشاذ کالمعدوم کا حکم رکھتا ہے۔

ندرت اسلوب قصائد و غزلیات مین قدم قدم پر دلکو کھینچتی ہے۔ اور اُسی کے ساتھ بعض موقعون پر زبان[۵۱] کی چاشنی اور محاورات کی صفائی نہایت بامزہ اور دلکش معلوم ہوتی ہے

۵۰ فلسفہ و تصوف درحقیقت حکیم صاحب کا رنگ نہین اور وہ اُسکے مرد میدان ہرگز نہین کہے جا سکتے۔ ڈھونڈھے سے کلیات مین شاید دو تین شعر اس طرز مین نکل آئین وہ بھی بادل ناخواستہ قافیہ پیمائی کی خاطر کہے تو ہین لیکن جیسے کوئی زبان تھام لیتا ہے مثلاً بخت سیاہ اے منعمو آخر ملا ہے خاک مین + یکچند ملک سند لو یا سرزمین شام لو۔

۵۱ محاورات کی صفائی جہان جہان مومن نے برتی ہے شعر مین ایک خاص لطف پیدا کر دیا ہے مثلاً اس مین مین عدو بھرے ہین سبو بھرے ہین۔ یا کیا نکل آیا۔ جھگڑا نکل آیا غزلون کی غزلین زبان کے لحاظ سے لاجواب ہین۔ اُنکا ایک مطلع ہے۔ چل پرے ہٹ مجھے نہ دکھلا منھ + اے شب ہجر تیرا کالا منھ + اسی سلسلہ مین خاقانی ہند استاد ذوق (خدا اُنکی روح سے شرمندہ نکرے) کا مطلع پڑھو اور سلاست زبان اور سلاست روش کا موازنہ نہ کرو۔ تم مسی ملکر شغرفہ سے نکالا منھ کرو + اور نہین گر مانتے تو جاؤ کالا منھ کرو ۱۲

صنائع[۱] بقول علامہ شبلی شاعری کے دامن پر بدنما داغ ہین مگر کیا کیا جائے کہ مومن بھی اس بدعت سے نہ بچ سکے۔

مثنویان کیا بلحاظ زبان اور کیا باعتبار اسلوب ادا اردو کی بہترین مثنویون کے ساتھ برابر کے درجہ مین رکھی جاسکتی ہین۔ اور چونکہ جگ بیتی نہین بلکہ آپ بیتی اس لیئے خاص درد اور اثر رکھتی ہین۔ بعض مذہبی رنگ مین لکھی گئی ہین اور بیشبہ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ جوش اعتقاد کا ایک دریا ہے کہ اُمڈا چلا آتا ہے مثنوی مین عشق و محبت کے معاملات کے علاوہ مناجات۔ حمد۔ نعت۔ رجز کے مضامین کو اس ذوق و شوق کے ساتھ لکھتے ہین کہ قادر الکلامی اُنکا کلمہ پڑھتی ہے۔

اسی طرح اُنکے واسوخت اور مراثی بھی درد و جوش کا بہترین مرقع ہین۔ خصوصاً واسوخت کے متعلق یہ بلاخوف و تردید کہا جاسکتا ہے کہ واسوخت کا حقیقی مفہوم مومن سے بہتر تو درکنار مومن کے برابر بھی اردو شاعری مدتون تک پیش نہین

[۱] صنائع (وہ بھی تکلف کے ساتھ) ایک زمانہ مین سکۂ رائج کی طرح ٹکسالی سمجھی جاتی تھین لیکن اب ارباب ذوق صحیح ان باتون کو معیوب جانتے ہین مومن کے کلام مین بھی دوسرے اُستادون کی طرح مراعات النظیر بیشتر اور ایہام وغیرہ کمتر پایا جاتا ہے۔ جسنے مثالون سے قارئین کرام کے مذاق سلیم کو مجروح کرنا پسند نہین کیا۔ اس بارہ مین غور کرنے سے یہ قول فیصل معلوم ہوتا ہے کہ رعایت اگر بے ساختہ ہو تو معیوب نہین بلکہ محمود ہے رہا رعایت کی نوعیت کا فیصلہ یہ ذوق صحیح کے ذمہ ہے ۱۲

کر سکے گی۔ علاوہ برین کچھ قطعات رباعیات مسمطات وغیرہ ہین جو اپنے رنگ مین نمایان درجہ رکھتے ہیں غرض یہ کہ کوئی صنف شعر ایسی نہین ہے جسمین مومن خان نے طبع آزمائی نہ کی ہو اور داد سخنوری نہ دی ہو۔

اب ہم علیحدہ علیحدہ اُنکے کلام کی چند خصوصیات لکھتے ہین جن سے اُن مین اور دیگر اساتذہ فن مین امتیاز کیا جا سکے۔

خصوصیات کلام

(۱) واردات عشق و مضامین تغزل مین مومن کا پایہ بہت بلند ہے۔ سوز و گداز اُن کا مایہ امتیاز ہے۔ اور معاملات عاشقانہ مین اُنکا انداز جرأت سے ملتا ہوا ہے۔ تغزل کا طرز (جسکا بہترین مرقع فارسی مین دیوان نظیری ہے) اپنے اصلی معنوں مین انکے یہان اسقدر غالب ہے کہ غزل و مثنوی تو طرف قصیدہ مین بھی اُسکی جھلک قدم قدم پر نظر آتی ہے۔ ہم یہان زیادہ تر غزلیات سے انتخاب کرینگے۔ مثال کے طور پر اشعار ذیل ملاحظہ ہون

کیونکر امید وفا سے ہو تسلی دل کو ‌ ‌ ‌ فکر ہے یہ کہ وہ وعدہ سے پشیمان ہوگا

معشوق کی وفا سے مایوس ہین مگر اُسکو اس طریقہ سے بیان کرتے ہین کہ مجھے وفا کا خیال تو در کنار۔ محبوب کی پشیمانی کی فکر ہے۔ کیونکہ اُنکا وعدہ وفا ہو لنے سے ۔ ہا۔ لہذا پشیمانی ظاہر

اسی مضمون کو مرزا غالب نے دوسرے پیرایہ مین ذرا صراحت سے
بیان کیا ہے فرماتے ہین

تری نازکی سے جانا کہ بندھا تھا عہد بودا ۔ کبھی تو نہ توڑ سکتا اگر استوار ہوتا

اسی ضمن مین مومن کے اشعار ذیل پڑھو۔ دیکھو ایک شعر مین عشق
کی ایذا پسندی کس خوبی سے ادا کی ہے

نہ بجلی جلوہ فرما ہے نہ صیاد ۔ کرین ہم کیا نکل کر آشیان سے
خوشی نہو مجھے کیونکر قضا کے آنے کی ۔ خبر ہے لاش پہ اُس بیوفا کے آنے کی

ایک شعر مین ایک نیچرل روداد قلبی کو اس سہل ممتنع طریقہ سے ادا کر گئے
ہین کہ تعریف نہین ہو سکتی۔ مشہور ہے کہ مرزا غالب باین ہمہ نازک مزاجی
مومن کے اس شعر پر دیر تک وجد کرتے رہے وہو ہذا

تم مرے پاس ہوتے ہو گویا ۔ جب کوئی دوسرا نہین ہوتا

معاملہ بندی جسے ایرانی شعرا وقوعہ گوئی سے تعبیر کرتے ہین مومن کے
عاشقانہ مزاج کے لیے طبیعت ثانیہ بنگئی ہے نمونہ کے طور پر اشعار
اشعار ذیل کافی ہین

شب وصل آپکا عذر نزاکت ۔ بجا ہے پر نہ مجھسے نبھ سکا ہے
لے شب وصل غیر بھی کاٹی ۔ تو مجھے آزمائیگا کب تک
بے روئے مثل ابر نہ نکلا غبار دل ۔ کہتے تھے انکو برق تبسم ہنسی سے ہم

کہتے ہین تمکو ہوش نہین اضطراب مین — سارے گلے تمام ہوئے اک جواب مین

اسی کے جواب مین شیخ ابراہیم ذوق کا مطلع بھی خالی از لطف نہین

یان لب پہ لاکھ لاکھ سخن اضطراب مین — وان ایک خامشی تری سب کے جواب مین

بعض بعض مسلسل غزلون پر واسوخت کا گمان ہوتا ہے۔ مثلاً وہ غزل جسکا آغاز یہ ہے

اب اور سے لو لگائین گے ہم۔ یا — وہ ہے کہ ہم عشق بتون کا نہ کرینگے

(۲) نازکی خیال و بلندی مضمون۔ مثلاً ایک شعر مین شام وعدہ اپنے تھک کر سو رہنے کو کس خوبی سے "شکوہ ستم اضطراب" قرار دیتے ہین۔

پھرنے سے شام وعدہ تھکے یہ کہ سو رہے — آرام شکوۂ ستم اضطراب تھا

یا محبوب کے نہ دیکھنے کو کس شوخی سے "نگہ التفات" ثابت کرتے ہین۔

پامال اک نظر مین قرار و ثبات ہے — اُسکا نہ دیکھنا نگہِ التفات ہے

ایک جگہ اپنی واژونی اختری عجیب پیرایہ مین بیان کی ہے فرماتے ہین

سُن میرا حال زار منجم ہوا رقیب — تھا سازگار طالع ناساز دیکھنا

شاعر نے اپنی بدنصیبی کی داستان منجم کو سُنائی۔ مگر سوئے اتفاق کہ وہ خود رقیب بن بیٹھا۔ اور اُس (شاعر) کے ستارے کی گردش دیکھکر اُسکو اپنی کامیابی کے خواب نظر آنے لگے۔

اسیطرح اشعارِ ذیل کی جدت تخییل ملاحظہ ہو۔ کیا یہ خیالات کہین

اور بھی ملتے ہین؟

ہی شب کی سی بیتابی تو ہر روز ۔۔۔ چرائین گے ہم آنکھین پاسبان سے
صبر و حشت اثر نہ ہو جائے ۔۔۔ کہین صحرا بھی گھر نہ ہو جائے
وہ عالم مین مانند لم جلوہ زن ۔۔۔ کہ ثابت کرین تو ہے نفی سخن
ہر بار کیون نہو تری تلوار تیز تر ۔۔۔ اعدا کی ہے قساوت قلبی فسان تیغ
مدد غیب یہ کی لشکر مغلوب سے صلح ۔۔۔ کہ مسلمان نہون معتقد طالع شوم
چرخ سے جنگ اور ایک جزو ضعیف چرخ ۔۔۔ طالع زبون خواب ہو آپ کرے جو یاوری

(۴) ندرت اسلوب بیان اور شوخی ادا - یہ خصوصیت مومن کے کلام مین ہر جگہ نمایان ہے اور لاریب کہ اسمین اُنکا نظیر محال نہین تو قریب محال ضرور ہے وہ سیدھی سی بات کو ایسے انوکھے پیرایہ مین بیان کرتے ہین کہ سامع حیران رہ جاتا ہے - مثلاً مقصود یہ ہے کہ محبوب کی گالی بری نہین معلوم ہوتی - اس مضمون کو یون ادا کرتے ہین -

دشنام یار طبع حزین پر گران نہین ۔۔۔ اے ہم نفس نزاکت آواز دیکھنا

اور سنو -

محفل مین مرے ذکر کے آتے ہی اُٹھے وہ ۔۔۔ بدنامی عشاق کا اعزاز تو دیکھو

ناصح کی دوستی کو عشق کے مذہب مین ہمیشہ عداوت مانا گیا ہے - لیکن مومن کا شاعرانہ استدلال قابل داد ہے لکھتے ہین -

جیب درست لائق لطف وکرم نہین ناصح کی دوستی بھی عداوت سے کم نہین

یعنے جب میرا گریبان ثابت ہوگا تو کون مجھپر رحم کرے گا؟ اسی طرح

اشعار ذیل پڑھو

کس دن تھی اُسکے دلمین محبت جو اب نہین سچ ہے کہ لوعدو سے خفا ہے سبب ہوا

مانگا کرینگے اب سے دعا ہجر یار کی آخر تو دشمنی ہے اثر کو دعا کے ساتھ

وہ آئے ہین پشیمان لاش پر اب تجھے اے زندگی لاؤن کہان سے

دیکھنا کس نئے انداز سے زندگی کی تمنا کی ہے اور کس بنا پر! یہ ملکہ شاعرانہ

قابل ستائیش ہے۔ علی ہذا قصائد مین دیکھو اور غور کرو کہ وہ شاہراہ

عالم سے کسقدر الگ چلتے ہین!

جوہر ترے مخالف مجروح مین نہین کوئی۔ مگر یہی کہ وہ ہے قدردان تیغ

سائلون کو جو وہ دیتا ہے طلب سے پہلے فرط بخشش سے نہ مجمع رہے کیونکر نہ ہجوم

اسی طرح مثنوی مین فرماتے ہین (ہجو)

گر نہ تھا غنچہ دہن۔ گلرنگ تھا گو زبان سے ہو۔ ولیکن تنگ تھا

حمد مین لکھتے ہین

وہ حافظ کہ آتش سے خس کو بچائے تب عشق سے بوالہوس کو بچائے

اسی سلسلہ مین شوخی ادا کی تمثیل کے لیئے ذیل کے اشعار پر اکتفا کیجاتی ہے

مذاق سلیم کلیات مومن سے اس قسم کی بیشمار مثالین اخذ کرسکتا ہے

ہمنشین نہ غیر مجھے بزم سے اٹھائے پر
سبک ہے وہ کہ تری طبع پر گران ہوا

عبث الفت پڑھی تا کو وہ کہتا تھا دم تم
یہ مجھکو دیکھکر دشمن کلیجہ تھام لیتا تھا

جبہ سائی کا بھی نہین مقدور
اُنکی عالی جناب سے نے مارا

خون چھپانے کو مری لاش سے کہتا ہے وہ شوخ
مجھکو یہ غم ہے کہ مین کیون ترا قاتل ہوا

اسی ضمن مین حضرت ناظم کا شعر پڑھو اور مومن کی شوخی سے موازنہ کرو
ناظم فرماتے ہین

کر کے خون ایک کا جا بیٹھے ہین گھر مین اور پھر
پوچھتے ہین کہ مرے در پہ ہے غوغا کیسا

غور کرو مومن کے شعر مین کسقدر ترقی ہے۔
اسی طرح معشوق کے عاشق ہونے کا مضمون اکثر اساتذہ نے باندھا ہے
مرزا غالب

عاشق ہوئے ہین آپ بھی اک اور شخص پر
آخر ستم کی کچھ تو مکافات چاہیے

لیکن مومن کا انداز بیان سب سے نرالا ہے۔ اُنکا شعر ہے۔

عاشق ہوے ہین آپ کہین کو اسی ہون
شب حال غیر مجھ سے زیادہ خراب تھا

دونون باکمال اُستادون کے کلام کو نکتہ سنج انصاف کی ترازو مین تولین اور دیکھین کہ کسکی شوخی کا پلہ بھاری ہے الحق کہ یہ محاسن وجدانی ہین نہ کہ استدلالی ہر شخص کا ذوق سلیم بجاے خود فیصلہ کر سکتا ہے۔

لیا ہے دل کی عوض جان دے رقیب تجھے دون
مین اور آپکی سودا گری زیان کیلئے

مطلب یہ ہے کہ مینے محبوب کو دل دیکر لیا ہے اب اگر رقیب اس سودے کو اپنی جان کے بدلے مین خریدنا چاہے تو دے سکتا ہون یعنے مین اس تجارت مین خسارہ قبول کرنے والا نہین علی ہذا القیاس شوخی کی تمثیل مین مثنوی دوم کے وہ اشعار ملاحظہ ہون جہان محبوب کے حسن کا حضرت یوسفؑ کے حسن سے موازنہ کیا ہے

(۴) وہ بیشتر اپنے مطلب کو اس طرح بیان کرتے ہین کہ مخاطب اُسمین اپنا فائدہ باور کرتا ہے۔ مثلاً یہ کہنا ہے کہ دشمن کی طرف نہ دیکھو۔ مگر ان غریب کی سے کون! تو یہ پیرایہ اختیار کرتے ہین

ہے دوستی تو جانب دشمن نہ دیکھنا　　جادو بھرا ہوا ہے تمھاری نگاہ مین

دیکھو ذیل کے شعر مین رقیب کے خط کو تعظیم سے کس طرح روکتے ہین

سرمگین آنکھون سے تم نامہ لگاتے کیون ہو　　خاک مین نام کو دشمن کے ملاتے کیون ہو

مسلمہ اصول ہے کہ عادت کے خلاف ہر بات تکلیف دیتی ہے۔ غور کرو اس سے کیونکر فائدہ اُٹھایا ہے فرماتے ہین۔

منظور ہو تو وصل سے بہتر ستم نہین　　اتنا رہا ہون دور کہ ہجران کا غم نہین

وہ بدخواہ مجھسا تو بیرا نہین　　عبث دوستی تمکو دشمن سے ہے

میرے تغیر رنگ کو مت دیکھ　　تجھے اپنی نظر نہ ہو جائے

ارباب ذوق کو میر تقی کا شعر ذیل غالبًا کبھی نہ بھولے گا۔ اُسکو مومن خان کے

شعر کے ساتھ پڑھیں اور لطف اُٹھائیں۔ میر صاحب فرماتے ہیں

میرے تغیر رنگ پہ مت جا اتفاقات ہیں زمانہ کے

اسی طرح اشعار ذیل

حیف صد حیف اگر غیر کے دم میں آئے میں اسی بات پہ مرتا تھا کہ تم ہو عیار

وہ بت دیتا ہے طعنے کس ادا سے کہ تم اب چاہتے ہو کیا خدا سے

یہ مگر شاعرانہ مومن کا طرز خاص ہے اور اردو شاعری میں اوروں کے یہاں بہت کمیاب ہے اصل یہ ہے کہ وہی اس رنگ کے موجد بھی ہیں اور خاتم بھی اسی وجہ سے اس خصوصیت کے لیے الگ عنوان قائم کیا گیا۔

(۵) اکثر مقامات پر استعارہ اور تشبیہ کی خوبی نے کلام کے حسن کو دوبالا کر دیا ہے۔ اور اثر کو کہیں سے کہیں پہونچا دیا ہے۔ جیسے

جانتے تھے صبح رہ گئے بیتاب دیکھکر طالع ہمارے چونک پڑے سے خواب دیکھکر

بے سبب قتل سے آیا نظر انجام اپنا سرمۂ دیدۂ دشمن ہے مری خاک نزار

لرزاں تھے مثل بید ترے رعب سے جو باغ پھل باغیوں کو کچھ نہ ملا جز زبان تیغ

دشمنوں کو تری تلوار سے بچنے کی تھی فکر کر دیا تیغ گریبان نے دوبارہ حلقوم

خط بیاض صبح وہ شعلہ دم اژدر سفید عکس سے جسکی آب ہو آئینۂ سکندری

طرہ یار روز سیاہ بوالہوس جعد رشک دود آہ بوالہوس

کہیں کہیں مرکب اور مسلسل تشبیہیں خاص لطف دیتی ہیں دیکھو مثنوی پنجم (اشعار ہجو)

(۶) وہ اکثر جگہ ایک غیر ذی روح شے کو کسی صفت مخصوص کے لحاظ سے ذی روح قرار دیتے ہیں اور شعر میں خاص کیفیت پیدا کر دیتے ہیں۔ مثلاً مرثیہ میں

اے مرگ چشم لطف کہ حسرت سے مرتے دم ‏ ‏ ‏ دیکھا کیے وہ میری طرف بار بار حیف

جون نکہت گل جنبش ہے جی کا نکل جانا ‏ ‏ ‏ اے باد صبا میری کروٹ تو بدل جانا

کچھ دینے کا بھی دیکھ لے آئے اُٹھانا ‏ ‏ ‏ کس پودے پہ تو لیتی ہے تاثیر دعا قرض

(۷) کلام میں فارسی کی عمدہ ترکیبیں اور دلکش تراشیں ہیں جو کہیں کہیں بقول آزاد اردو کی سلاست میں اشکال پیدا کرتی ہیں اُن کی مجتہدانہ اختراعوں میں ذیل کی بندشیں خاص طور پر قابل ذکر ہیں بخوف طوالت اشعار چھوڑ دیے۔

آمین سرا۔ زبان اجابت فشان۔ دم خونابہ ریز۔ حادثہ ریز۔ زخم ریز تیر بار۔ بیمار اجل چارہ۔ رند خمکدہ کش۔ جراحت سنگر۔ ابر تند بار ظفر۔ گرم پائی برق تپان۔ زبان بیہدہ سائل۔ گلریز تکلم۔ بے پرواخرامی۔ زود کشتن۔ غم ہلاک شدن۔ حسرت فرمانروا۔ نوی بخش۔ تتق بند۔ بہ دور آور۔ بالم خو کردہ۔ بخت بخواب آسودہ۔ عقوبت ربا۔ قدم فرسا۔ خواب تمنا یاب۔ عشق جبلت۔ زبون اضطراب۔ مصیبت بہرہ قبول۔ شوق دشواری پسند۔ پایہ بالاتر۔ برافراز سخن۔ کج خرام شاہراہ عاشقی۔ دور گرد بارگاہ عاشقی۔

(۸) کلام میں کہیں کہیں ترصیع و تقابل کی بدولت قاآنی کی شان نظر آتی ہے جیسے

ترے ہی فیض سے ہر قطرہ آبیار عجوس ‏ ‏ ‏ ترے ہی نور سے ہر ذرہ جلوہ ناز شموس

یہی خلافت راشد کی اُسکو بس ہے دلیل — یہی امامت برحق کی اسکو بس ہے سجل
عشق اُنکی بلا جانے عاشق ہو تو پہچانے — لو مجھکو اطبا نے سودے کا خلل جانا
یہ چشم سیاہ تو نہ ہوگی — یہ شوخ نگاہ تو نہ ہوگی
بیداد ستمگران بدکیش — فریاد الم کشان دل ریش

(۹) غزلوں کے مقطعوں میں اپنے تخلص سے خاص فائدہ اُٹھایا ہے یوں تو مثالیں بکثرت ہیں۔ مگر نمونہ کے طور پر اشعار ذیل نذر ناظرین کیے جاتے ہیں

بتخانہ جین ہو گر ترا گھر — مومن ہیں تو پھر نہ آئیں گے ہم
اے شب ہجر دیکھ مومن ہیں — ہے حرام آگ کا عذاب ہمیں
مومن و دیر خدا خیر کرے — طور بیڈھب نظر آتے ہیں مجھے
اے صنم مومن ہوں آخر کس طرح — مجھکو تسکین ہو تری تصویر سے

الہ آباد یونیورسٹی۔ یکم اکتوبر ۱۹۲۴ء — ضیاء احمد ایم اے بدایونی

نوٹ۔ لائف بیشتر آبحیات سے ماخوذ ہے۔ البتہ کلام پر ریویو کرتے وقت آبحیات کی بہ نسبت زیادہ شرح و بسط سے کام لیا ہے۔ مولف

فہرست اغلاط

یہ اغلاط بالعموم متداولہ اور مطبوعہ نسخون مین مشترک طور پر موجود ہین
اور اس ایڈیشن مین اُنکی تصحیح کی گئی ہے

حوالہ	غلط	صحیح
قصیدہ ۱- شعر ۲۶	ہر جزو ضعیف	ہے جزو ضعیف
" ۴۹	خونناب دل جگر	خونناب دل و جگر
" ۵۵	سکھایا	سنایا
" ۷۱	علیہ بجالے	علیہ بحالی
قصیدہ ۲- " ۱۶	زبان لعل	زبان لال
" ۲۷	قبائے گل کو گر اطلس سے	قبائے گل سے گر اطلس کو
" ۳۲	گل خاموس	گل شاموس
" ۳۵	ملبوس	بلبوس
" ۳۸	اُگا	لگا
" ۴۵	نور شعلۂ فانوس	نور شعلۂ و فانوس
" ۴۹	اواقینوس	ادامیوس
" ۵۰	غزل	عرین

حوالہ	غلط	صحیح
۶۷ ،،	گاوزبان	گاوزمین
۶۸ ،،	لاکوس	الکوس
۷۲ ،،	لبیوس	لبتوس
۸۰ ،،	عقول نفوس	عقول ونفوس
۸۴ ،،	بطلیموس	بطلمیوس
۸۶ ،،	بیّا ہے	بنا ئے
۹۶ ،،	عسرت دوس	حسرت وبوس
قصیدہ ۳ ،، ۴	سینۂ جانسوز	شعلۂ جانسوز
۱۳ ،،	گر نگہ تیغ نے مژہ خنجر	گر نگہ تیغ ہے مژہ خنجر
۲۶ ،،	شریک دیدہ تر	سرشک دیدہ تر
شعر ۷ ۴	چارہ فرماے علاج سحر	چارہ فرماہے علاج سہر
۹۶ ،،	پشت کا شانہ	پست کا شانہ
قصیدہ ۴ - ،، ۸	بیشتر	پیشتر
۲۸ ،،	اصل دین کے	اصل دین کے تا
۵۰ ،،	مزید دہر میں ہین	فرید دہر جہان مین
قصیدہ ۵ - ۱۴ ،،	واجوا تا ہے کئی بار	وان سے آتا ہے کئی بار

حوالہ	غلط	صحیح
// ۴	استار	اغیار
// ۵۳	عثمان ہم	عمان ہم
// ۹۶	تحسین	تخمین
// ۱۰۵	درہم و دینار کے داغونکو	درہم و دینار کو داغونکے
// ۱۰۹	یاقوت لب لعل نگار	یاقوت و لب لعل نگار
قصیدہ ۶ - // ۲۲	قربان زبان تیغ	قربان جان تیغ
// ۳۵	دہر	دیر
// ۴۷	زبان تیغ	زبان تیغ
قصیدہ ۷ - // ۴	لزدم	سد دم
// ۱۰	معلوم	منظوم
// ۱۷	حسن و عشق یہ	حسن وہ عشق یہ
// ۳۶	جوہر بار فزون	جو دہر بار فزون
// ۶۵	انبار	انہار
// ۶۹	کا ہو خلق	سے ہو خلق
قصیدہ ۸ - // ۱۳	بانی	مانی
// ۳۹	روز خورشید	ز خورشید

حوالہ	غلط	صحیح
؍؍ ۵۱	نیرنگی زبان	نیرنگی زمان
؍؍ ۸۵	گل دامان پاکدامانی	گل دامان کی پاکدامانی
؍؍ ۱۱۸	ورثنا	ورثتہٗ
قصیدہ ۹ شعر ۲	یون ہے زحل سے	کون زحل سے
؍؍ ۱ ؍؍ ۱۰	روز گزار	نورگداز
؍؍ ۱۵	سربسر امتیاز طبع	سربسر اہتزاز طبع
؍؍ ۱۶	نہ فلک نور آفرین	نہ فلک نوآفرین
؍؍ ۲۶	ناکسی آفت قرارنے ہوس ستمگری	نہ اُسے طاقت قرار نے ہوس ستمگری
؍؍ ۴	کلیہ خاکروب کو	کلبہ خاکروب ہو
؍؍ ۴۳	یک شہ چرخ بزم کا	یک شبہ خرج بزم کا
؍؍ ۴۳	حاصل دفائدہ	حاصل دولت
؍؍ ۴۴	اور وہ سب جو معتقد	اور وہ سب کا معتقد
؍؍ ۵۰	عطاشش	عطاس
؍؍ ۵۲	بہار حسن باغ	بہار باغ حسن
؍؍ ۵۴	روح و گلاب عبہری	روح گلاب و عبہری
؍؍ ۵۷	خوش سو ہوائے رشک سے	جوش ہوائے رشک سے

حوالہ	غلط	صحیح
۶۱ 〃	خصم جہان	خصم جہان
۷۱ 〃	دشنۂ دشنۂ قضا	دشنۂ تشنۂ قضا
۷۲ 〃	تیر ماہ	ماہ تیر
۷۷ 〃	جا ہے تنگ	جا ہے تنگ
۹۱ 〃	چارہ صدرِ آزما	چارۂ صدرہ آزما
۹۴ 〃	اوج حضیض	اوج وحضیض
۹۶ 〃	ہے یہ وہ حسن جسکی تیغ	ہے یہ وہ جنس جسکی بیع
۱۰۵ 〃	شعلہ دود و	شعلۂ دود و
۲۶۷	گل تری	گل تری

نوٹ - تقریباً تمام مطبوعہ نسخون مین اشعار ۶۹ اور ۷۰ (قصیدہ ۷) مین اور اشعار ۵۷ و ۵۸ (قصیدہ ۹) مین تقدیم و تاخیر ہو گئی ہے - ناظرین درست کر لین

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

قصائد مومن خاں دہلوی

(۱) حمد پاک

اَلْحَمْدُ لِوَاھِبِ الْعَطَایَا[۱] — اس شور نے کیا مزا چکھایا
وَالشُّکْرُ[۲] لِصَانِعِ الْبَرِیَّۃ — جس نے ہمیں آدمی بنایا
احسان ہیں اُسکے کیا گرانبار — ہر سبعِ[۳] شِداد کا جُھکایا
کیا پایۂ[۴] منتِ سلیمانؑ — اک بات میں تخت پر بٹھایا

۱؎ تمام تعریفیں بخششوں کے دینے والے کے لیے زیبا ہیں۔ شور سے شورِ محبت کی طرف اشارہ ہے۔ مزا اور شور میں صنعت مراعاۃ النظیر ہے۔

۲؎ اور ہر شکر خالق عالم کے لیے سزاوار ہے۔

۳؎ سبع شداد۔ سات آسمان۔

۴؎ حضرت سلیمان کی شکرگزاری خدا کے احسانوں کے مقابلہ میں کیا حقیقت رکھتی ہے کہ اُسکا ادنیٰ سا کرم اتنی بڑی سلطنت کا بخشدینا ہے۔

کیوں شکر کریں نہ آل داؤد ۵ — افسون شہنشہی سکھایا
وہ نیّرِ آسمانِ تقدیس ۶ — جانسوز مناظر و مرایا
ق
اب ۷ بھی نظر اس مجاز میں ہے — کیوں مہر نگاہ میں سمایا
ہے ۸ عقل بسیط اوسکا پرتو — نے نورِ مجرد اوسکا سایا
سبحانک ۹ یا الٰہ عالم — عالم ترا عجز نے دکھایا
ہر جائی ہے ترا جلوہ لیکن — دیکھا تو کہیں نظر نہ آیا
یاں عقل ہے گم کہ بس تجھی کو — پایا ہر شئے میں پر نہ پایا

۵ اشارہ ہے آیۂ کریمہ اعملوا آل داؤد شکرا (اے داؤد کی اولاد میری نعمتوں کا شکر ادا کرو) کی طرف ۱۲

۶ خداوند تعالیٰ کی ذات اقدس کو آفتاب سے تشبیہ دی ہے جو پاکی کے آسمان پر جلوہ گر ہے اور جسکی شعاعیں نظروں کو خیرہ کیے دیتی ہیں۔ مناظر منظر کی جمع اور مرایا مری کی جمع ہے جسکے معنے ہیں دیکھنے کی جگہ۔ مناظر ایک علم کا نام ہے جس کا موضوع نظر ہے اور نیز علت نظر ہے اوسی کی ایک شاخ فن مرایا ہے۔ اس شعر میں اشارہ ہے آیہ لا تدرکہ الابصار کی طرف ۱۲

۷ شاعر اپنے آپکو ملامت کرتا ہے کہ ہم لوگ عالم مجاز کی نیرنگیوں میں ایسے محو ہیں کہ تنزیہ کا لحاظ بھی بغیر تشبیہ کے نہیں کر سکتے یعنی خدا کو جو بے مثل ہے آفتاب کا مماثل ٹھہراتے ہیں ۱۲

۸ عقل بسیط سے عقل کل (ذات جبریل) مراد ہے نور مجرد وہ نور ہے جو مادے سے پاک ہو یعنی فرشتے وغیرہ ۱۲

۹ اے دنیا جہان کے معبود تو پاک ہے۔ جب تو نے اپنی عاجزی کا اقرار کیا تب تیری معرفت کا راستہ ملا (اصل یہ ہے کہ عجز معرفت کا اعتراف ہی معرفت ہے) ۱۲

اللہ رے تیری بے نیازی — یعقوبؑ کو مدتوں رولایا

یوسفؑ سے عزیز کو کئی سال — زندان عزیز میں پھنسایا

یاں[۱۰] شعلہ کو سرکشی کی کیا تاب — ابلیس کو خاک میں ملایا

تجھکو ہی سزا ہے کبریائی — کرسی کا نہ عرش کا یہ پایا

مومن[۱۱] کو بقا ہے بعد دیدار — کیا مژدۂ جانفزا سنایا

گو وصف ہے یُؤمِنُونَ بِالغَیب[۱۲] — پر بندہ تو اس سے باز آیا

ق یاں تاب کسے کہ خاک و خوں میں — بیتابی شوق نے لٹایا

اللہ دکھا دے اپنا دیدار — اِکشِف[۱۳] بِجَمالِکَ الغِطایا

عظمت[۱۴] نے سجود کی فلک کو — گرد کرۂ زمین پھرایا

---

۱۰ شعلہ کی تمثیل میں ابلیس کا ذکر اوسکی خلقت ناری کی طرف اشارہ ہے ۱۲

۱۱ اہل ایمان کے لیے آخرت میں دیدار الٰہی کے بعد زندگی دوام قرآن مجید سے ثابت ہے اسمیں نکتہ یہ ہے کہ اگرچہ لذت دیدار طالب دید کو مٹا دینے والی چیز ہے لیکن مومن کو لقاء ایزدی کے بعد بھی بقا کی بشارت دی گئی ہے اسی لئے شاعر نے اسے مژدۂ [illegible]

۱۲ مومنین کی شان بتائی گئی ہے کہ وہ غیب یعنے بے دیکھی چیز (خدا اور معاد) پر اعتقاد رکھتے ہیں ۱۲

۱۳ اپنے جمال سے پردہ اٹھا دے ۱۲

۱۴ سجدہ میں وہ عظمت ہے کہ اسی شرف کی تمنا میں آسمان کرۂ زمین کے گرد سرگرداں پھر رہا ہے۔

وہ خاتم مرسلیں محمدؐ ۔۔۔ جس نے ہمیں شرک سے بچایا
جب بندہ ہے تیرا۔ تو رہا کون ۔ ق ۔ پھر لائقِ بندگی خدا یا
تو واحد و بے نظیر ہے ہا ۔۔۔ تو حاکم و خالق برایا
تجکو بھی نہ کہہ سکے ترا مثل ۔۔۔ یاں تک نقش دوئی مٹایا
یعنی[۱۵] وہ فنا ازل سے ہے اور ۔۔۔ اُس ذات کو کب زوال آیا
آتو سے تری حمد کا توہم ۔۔۔ یہ حوصلہ میں کہاں سے لایا
کام آئی نہ شوخی خموشی ۔۔۔ دل کی تپشوں نے جب ستایا
ہوں[۱۶] بندۂ شورِ عجز ادراک ۔۔۔ ناکام کو کام سے لگایا
کیا جانئے[۱۷] ایسے بے زباں نے ۔۔۔ کس طرح یہ شور و غل مچایا

۱۵ محاورہ میں کہتے ہیں کہ فلاں شخص اپنی مثل آپ ہے یعنے بے مثل ہے۔ مگر مومن کہتا ہے کہ اس میں بھی دوئی کی بو آتی ہے۔ کیونکہ وہ یعنے خدا کا مثل ہمیشہ سے معدوم ہے اور ذات باری عدم و زوال سے پاک

۱۶ شاعر معرفت سے اپنے عاجز رہنے کو شور یا ہنگامہ قرار دیتا ہے جس کا وہ منت پذیر ہے اس لیئے کہ اُس کی بدولت باوجود ناکام رہنے کے کام سے لگ گیا۔ گویا عجز معرفت سے راہ معرفت پائی یہی اوسکا کام تھا اور زندگی کا مقصد۔

۱۷ بے زبان سے مراد عجز ادراک ہے جس کا اوپر ذکر ہوا۔ شور و غل سے مراد اُس کا ہنگامہ و جوش ہے۔

۱۸ معلوم خرد کی نکتہ یابی | یاں علم نے عقل کو گنوایا
۱۹ لاعلم لنا ہے یاد ہر چند | سب کچھ مجھے عجز نے بھلایا
۲۰ تھا دھیان میں عذر لایحیطون | جب سینہ میں دم ذرا سمایا
کیا صعب گذار ہے رہِ حمد | جبریلؑ کا پاؤں لڑکھڑایا
چکر میں ہے عقل عرشِ اعظم | اُس نے بھی مگر تجھے نہ پایا
۲۱ عرفانِ دراز اجنحہ کو | اس اوج نے خاک پر گرایا
۲۲ ہے جزوِ ضعیف جوہرِ عقل | عرفاں کے جو غور نے گھٹایا

۱۸ ظاہر ہے کہ علم سے عقل زیادہ ہوتی ہے مگر حمد کے میدان میں جسقدر علم حاصل ہوتا ہے اُسیقدر عقل کی حیرت بڑھتی ہے۔ پھر اوس سے کشود کار معلوم۔

۱۹ آیۂ لَاعِلْمَ لَنَا اِلَّا مَا عَلَّمْتَنَا (ہمیں کچھ علم نہیں بجز اوسکے جو تونے بتایا ہے) کی طرف اشارہ ہے یعنے عجز معرفت کے جوش نے مجھے اس آیت کا سب مفہوم بھلا دیا۔

۲۰ لَایُحِیْطُوْنَ بِشَیْءٍ مِّنْ عِلْمِہٖ اِلَّا بِمَا شَآءَ (بندے اُسکے علم میں سے کسی شے پر احاطہ نہیں کر سکتے بجز اُسکے جو وہ چاہے) جب ہوش ٹھکانے آئے تو معرفت سے قاصر رہنے کا یہ عذر سمجھ میں آیا کہ وہ خود فرماتا ہے لَایُحِیْطُوْنَ الآیۃ

۲۱ دراز اجنحہ بڑے بازو والے یعنے فرشتے - نور حیرت و شب اندیشہ و صفا تو - بس ہما یوں مرغ عقل از آشیاں انداختہ (عرفی)

۲۲ عرفان الٰہی کی فکر و نظر نے جوہر عقل (روح القدس) کو اسقدر گھٹا دیا ہے کہ وہ بھی جزو ضعیف (انسان) کی طرح اپنی عاجزی کے معترف ہیں - اور میں اس اعتراف عجز میں اُنکا ہمزبان ہوں - گویا مجھ کو جزو ضعیف ہوکر اونکی ہمزبانی کا شرف محض عاجزی کی بدولت نصیب ہوا۔

ق

میں روح قدس کا ہمزباں ہوں — یہ مرتبہ عجز نے بڑھایا
مومن ہے زبانِ عرضِ احوال — میں نے تجھے بے حزو جتایا
رو رو کے دعا کر- اک ذرا دیکھ — کیا ابر کرم ہے سر پہ چھایا
اللہ غم بتاں میں یک چند — بے فائدہ جان کو کھپایا
یہ عشق وہ بد بلا ہے جس نے — ہاروت کو چاہ میں پھنسایا
سمجھا نہ کہ ہے رہِ خطرناک — دین و دل و عقل کو لٹایا
حاصل نہ ہوا سوا ندامت — کس تخم کو خاک میں ملایا
کی گریہ نے کتنی آبیاری — دریا مری چشم سے بہایا
گرداب مرے ڈبونے کو تھا — جو قطرہ کہ خاک پر گرایا
ہر حلقۂ دامِ آرزو نے — طوقِ لعنت مجھے پنہایا
دل گرمیٔ شوق شعلہ رو نے — کیا کیا مجھے خاک پر لٹایا
گہ ساقیٔ سرخ لب کے غم نے — خونِ ناب دل و جگر پلایا
ہم بزمیٔ ماہ وش نے گاہے — جوں بدر سحر تلک جگایا
بتخانہ کو رشک کعبہ سمجھے — گر شوق نے گرد کو پھرایا
تھا شورِ فداک[۴۳] اک جلے لبیک — اُس دشمن دیں نے گر بلایا

۴۳ فداک - تجھ پر فدا ہوں- لبیک کے معنے ہیں میں حاضر ہوں لبیک ان الفاظ میں سے ہے جو مناسک حج میں کہے جاتے ہیں-

کرتے رہے شکر بخت بیدار ۔۔۔ ساتھ اپنے صنم نے گر سُلایا
بوسہ جو دیا ذقن کا گویا ۔۔۔ سیب خُلدِ بریں کھلایا
یہ بے خبری کہ یاد جس کی ۔۔۔ تھی واجب و فرض اُسے بھُلایا
روٹھا کوئی نازنیں صنم گر ۔۔۔ سوگند دروغ کھا بٹھایا منانے
کتنی ہی قضا ہوئیں نمازیں ۔۔۔ پر سر کو نہ پانوں سے اُٹھایا
گل پیرہنوں کی آرزو نے ۔۔۔ اکثر خز[۲۴] و پرنیاں بچھایا
آیا نہ کبھی خیال حج کا ۔۔۔ لیوا سو بار گو کھچایا
نیت ہی بھی توڑنے کی گویا ۔۔۔ گر اُس نے نمازیں ہنسایا
افسوس شکستِ صوم یک سو ۔۔۔ یہ شکر کہ اُس نے ساتھ کھایا
واعظ کی کبھی نہ کوئی مانی ۔۔۔ کتنا ہی عذاب سے ڈرایا
ہر چند کہ قول ناصحوں کا ۔۔۔ کچھ تلخ نہ تھا ولے نہ بھایا
توڑا نہ وفا کے سلسلہ کو ۔۔۔ توبہ ہی پہ زور آزمایا
اللہ مرے گناہ بے حد ۔۔۔ وہ ہیں کہ شمار کو تھکایا
ہے عام خطاب یا عبادی[۲۵] ۔۔۔ اس نے تو کچھ آسرا بندھایا

[۲۴] خز و پرنیاں ریشمی کپڑوں کے نام ہیں جن کا پہننا مردوں کو شرعاً ممنوع ہے

[۲۵] ٹکڑا ہے پوری آیت کا جسکے معنے ہیں اے میرے گناہگار بندو میری رحمت سے مایوس نہ ہو وہ آیۂ کریمہ ہے یٰعِبَادِیَ الَّذِیْنَ اَسْرَفُوْا عَلٰٓی اَنْفُسِهِمْ لَا تَقْنَطُوْا مِنْ رَّحْمَةِ اللّٰهِ ۵

عالم میں نہ ہووے گا وگرنہ — مجھسا کوئی مُنکر السّجایا[26]
کیونکر نہ ہو تیری آس تو نے — افلاک کو بے ستوں تھمایا
اُس دام سے مجھکو تو چھڑا دے — داؤد[27] نے جس میں دل پھنسایا
دل زلف سے ہو رہا تو جانوں — زندانِ فرنگ سے چھڑایا
وہ عشق دے جس کا نام اسلام — وہ شیوہ نبی نے جو بتایا
وہ نعرہ علمہٗ[28] بحالی — جس نے کہ اُس آگ کو بجھایا
ق
کچھ آب زنی کرے نہیں تو — سر نارِ جحیم نے اُٹھایا
مجکو بھی بچالے جیسے تو نے — یوسفؑ کو گناہ سے بچایا
وہ رفعت حال دے کہ جس نے — منصور کو دار پر چڑھایا
اُسکا مرے دل پہ ایک پرتو — جس شعلہ نے طور کو جلایا
مومن کہے کس سے حال آخر — ہے کون ترے سوا خدایا

---

۲۶ منکر السجایا بُری عادتوں والا۔

۲۷ اسرائیلیات کے ایک فرضی قصہ کی طرف اشارہ ہے جسکا ماحصل یہ ہے کہ حضرت داؤدؑ اپنے ایک لشکری کی بیوی کو دیکھکر اُسکی محبت میں مبتلا ہو گئے اور اُسکے شوہر کو جہاد میں بھیجدیا کہ شہید ہو جائے چنانچہ اسکی وفات پر آپ اُس عورت کو عقد میں لائے قرآنِ شریف میں یہ تفصیل کہیں نہیں۔

۲۸ علمہٗ بحالی حسبی عن سوالی (اُسے خود میری حالت کا علم ہے سوال کی کیا حاجت) سیدنا حضرت ابراہیمؑ نے حضرت جبریلؑ سے پرسش حال کے وقت کہا تھا جب آپ آگ میں ڈالے گئے تھے شعر میں آگ سے یہی آتش نمرود مراد ہے آب زنی پانی چھڑکنا یا بجھانا۔

نعت شریف

چمن میں نغمۂ بلبل ہے یوں طرب مانوس[1]
کہ جیسے صبح شبِ ہجر نالۂ خروس

ہے اسطرح فرح انگیز کوکوئے قمری
کہ جیسے فوجِ مظفر میں شور و غلغلِ کوس

نوائے طوطیِ شکّر فشاں کی لذت سے
سماع و رقص میں اہلِ مذاق جوں طاؤس

غبارِ صحنِ چمن کیمیائے عیش و نشاط
بہارِ[2] لالہ و گل سیمیائے عرضِ شموس

صفا[3] سے وہ در و دیوارِ باغ کا عالم
کہ آشیانہ میں دشوار طائروں کو جلوس

زہے[4] فریبِ صفا۔ خاکِ سبز سے گلچیں
پڑے جو وسعتِ گلزار میں گلوں کے عکوس

ہجوم سبزہ نے کی بسکہ رنگ آمیزی
زمیں پہ چادرِ مہتاب بن گئی ہے سندس[5]

---

1 طرب مانوس میں اضافت مقلوب ہے، یعنی مانوسِ طرب (مسرت انگیز) = خروس = مرغ۔

2 لالہ و گل کی بہار ایک قسم کی شعبدہ بازی ہے جس کی وجہ سے باغ میں بیشمار سورج نظر آرہے ہیں سیمیا = علم نیرنجات یا شعبدہ بازی۔ عرض کے معنے پیش کرنا اور شموس جمع ہے شمس کی = سورج۔

3 اسقدر وفورِ صفا ہے کہ پرندے آشیانوں سے پھسلے پڑتے ہیں۔

4 صحن چمن میں صفائی کی وجہ سے پھولوں کے جو عکس پڑتے ہیں تو دھوکے سے گلچیں اُنکو اصلی پھول سمجھتا ہے اور انکو توڑنے کی ہوس میں خاک پہ ہاتھ ڈالتا ہے۔

5 سندس = سبز چادر۔

ہوئی ہے سقفِ فلک مانع قدافرازی [4]
وگرنہ بید کہاں اور ترقی معکوس

ہے کیونکہ ایسی رطوبت پہ سنگِ راہِ نسیم [5]
بنا ہے شبنمِ گل آبگینۂ فانوس

خزانہ خاک میں ہر سنگدل ملاتا ہے
زبسکہ لفظ خزاں جانتے ہیں سب منحوس

نوید مالکِ گلزار کو۔ کہ زر کی جگہ
ہر ایک کاسۂ گل میں ہے گنجِ دقیانوس [8]

یہ آب و رنگ کہاں لعل اور زمرد کا
مگر دیا ہے گل و سبزہ نے انھیں ملبوس

چمن کی خاک سے گلگونہ اپنا بنائے ہیں
شگفتہ تا دمِ رخصت بھی ہو عذارِ عروس

خمیدہ شاخ سے یوں رنگِ گل جھمکتا ہے
کہ جیسے بھڑک اٹھے مشعلِ منکوس [9]

پڑھے ہے مرغِ گلستاں وہ مطلعِ رنگیں
کہ سن کے بس جسے رہ جائے سن ہی بلبلِ طوس [10]

---

۴ بید کا قاعدہ ہے کہ جتنا بڑھتا جاتا ہے اتنا ہی زمیں کی طرف جھکتا جاتا ہے موسن کی مراد یہ ہے کہ اگر سقف فلک بلند ہونے سے مانع نہ ہوتی تو بید بجائے اس الٹی ترقی کے آسمان سے بھی اونچا نکل جاتا۔

۵ فانوس کا کام یہ ہے کہ روشنی کو ہوا سے محفوظ رکھے مگر رطوبت بہار کا یہ عالم ہے کہ شیشۂ فانوس شبنمِ گل معلوم ہوتا ہے لہذا مانع نسیم نہیں ہو سکتا۔

۸ دقیانوس ایک پرانے بادشاہ کا نام ہے۔ جو اصحابِ کہف کے زمانہ میں گزرا ہے۔

۹ مشعل منکوس۔ الٹی مشعل۔

۱۰ بلبل طوس فردوسی طوسی۔

مطلعِ ثانی

زبانِ لال کہاں اور مدحِ تاجِ خروس ۱۱ گرا ہے خاک پہ کیا لعلِ افسرِ کاؤس
ہزار داغ ہو پروا ہے آفتاب کسے ۱۲ پرستشِ گلِ خورشید میں ہے گرم مجوس
شگفتہ تر ہے چمن روضہ ہائے جنت سے ۱۳ ہنسی کی جا نہیں گر صومعہ نشیں ہے عبوس
خلل پذیر رطوبت ہوا دماغ بہار ۱۴ عجب کہ سبزۂ خوابیدہ کو نہ ہو کابوس

۱۱ زبان لال گونگی زبان- تاج خروس- ایک سرخ پھول کا نام ہے جسے کلغہ بھی کہتے ہیں- شاعر تعجب کرتا ہے کہ یہ تاج خروس ہے یا تاج کاؤس کا لعل جو زمیں پر گر پڑا ہے- کاؤس = ایران کا مشہور کیانی بادشاہ-

۱۲ مجوس (آتش پرست) بجائے خورشید کے گل خورشید (سورج مکھی) کی پرستش میں مصروف ہے ایسا کرنے سے آفتاب کو کیسا ہی داغ (رشک) کیوں نہ ہو اوسکو پروا نہیں-

۱۳ عبوس = ترش رو- صومعہ نشین زاہد کے ترش رو ہونیکی یہ وجہ بیان کی ہے کہ چمن کی بہار باغ جنت سے کہیں زیادہ دلفریب ہے اس سبب سے زاہد کو جو جنت کا مشتاق تھا گراں گذرتا ہے-

۱۴ کابوس ایک دماغی مرض کا نام ہے جس میں بحالت خواب رطوبت نزلی کی وجہ سے انسان مختلف حرکات کرتا ہے مطلب یہ ہے کہ بہار کا دماغ موسم کی رطوبت سے متاثر ہو گیا ہے- ایسی حالت میں کیا تعجب ہے کہ سبزہ مرض کابوس میں مبتلا ہو جائے سبزہ کو اسکی افتادگی کی وجہ سے خوابیدہ کہنا شعرا کے یہاں عام ہے-

۱۵ ہے دشت بزمِ طرب کثرتِ نتائج سے — نہ کیوں ہو شکلِ حماری کو نازِ شکلِ عروس
ہوائے سیرِ چمن زار کی وہ مستی ہے — کہ خلق کو ہوئی مشکل حفاظتِ ناموس
عجب نہیں مئے گلرنگ کی ہوس ہے اگر — خود آ کے شیشۂ خالی میں ہو پری محبوس
مزاجِ دہر میں یہ اعتدال آیا ہے — کہ جس نبات کو دیکھو وہ صالحُ الکیموس ۱۶
عجب نہیں کہ بسانِ مگس عسل اُگلے — گر اندلون ہو کوئی مبتلائے ایلاؤس ۱۷
۱۸ نمو کا معجزہ صلّ علیہ پھر گندم — ہوائے جنبشِ غربال سے بنے ہے سبوس
رطوبت ایسی نظر آئی داغِ لالہ میں — کہ چاک چاک حسد سے ہوا دلِ افیوس ۱۹
۲۰ قبائے گل سے گر اطلس کو دیجئے تشبیہ — سیاہ پوش جُعَل ہو درونِ ماتمِ سوس

۱۵ شکلِ حماری اور شکلِ عروسی اقلیدس کی دو شکلیں ہیں۔ شکلِ عروسی باعتبار کثرتِ نتائج صلوٰۃ ظاہری حماری سے زیادہ ممتاز ہے۔
۱۶ الکیموس ہضمِ ثانی کو کہتے ہیں جو جگر میں ہوتا ہے صالح الکیموس = وہ غذا جس سے خون زیادہ مقدار میں پیدا ہو۔
۱۷ ایلاؤس = ایک مرض جس میں براز بذریعہ قے خارج ہو۔ عسل۔ شہد۔
۱۸ قوتِ نامیہ کا یہ اعجاز ہے کہ چھلنی کی حرکت کی ہوا سے بھوسی پھر گیہوں بن جاتی ہے۔ سبوس بھوسی۔
۱۹ افیوس ایک سیاہ پھل ہے جو بحد مرطوب ہوتا ہے۔
۲۰ جعل گبریلا۔ سوس = ایک کیڑا جو ریشم میں پیدا ہو جاتا ہے۔ یعنے اگر قبائے گل سے اطلس کو تشبیہ دی جائے تو اُس تشبیہ کے اثر سے سوس (جس کی غذا کیڑا اتھا) اپنی غذا دیکر بھوکوں مرجائے گا اس لیے اوس کے ماتم میں گبریلا سیاہ پوش ہوگا۔ گبریلا سیاہ ہوتا ہے اس وجہ سے شعر میں صنعتِ حسن تعلیل آگئی۔

قوائے[21] نامیہ کو ناگوار ہے کتنا | کہ ہضم رابعہ محتاج ہو سوئے کیلوس
ہوا ہے اب تو یہ سرمایۂ لطافت آب | کہ پشت ماہی یہ گلہائے اشرفی ہیں فلوس[22]
کہیں جہان میں کائی نظر نہیں آتی | کہ صرف رنگرزاں[23] ہو گئی بجائے ایوس
سرایت نم آب وضو سے دو نہیں | جو سبزہ زار بنے ریش زاہد سالوس[24]
بعید کچھ نہیں شادابی زمیں سے اگر | زیادہ تر کرے سیلان خون گل شاموس[25]
گر اس بہار کی یعقوب کو ہوا لگ جائے | شمیم جامۂ یوسف کبھی نہ ہو محسوس
ہوا ہے بسکہ گل شمع بھی ہی عطر آگیں | عدیل طبلۂ عطار بن گئی فانوس
یہ گل کھلاتی ہیں آب و ہوا کی تہ بیتیں | کہ ہے پیاز[26] کو لاف منافع بلبوس

[21] ہضم رابعہ = ہضم غذا کا چوتھا درجہ جو عروق میں ہوتا ہے۔ کیلوس = ہضم اول جو معدہ میں ہوتا ہے مطلب یہ ہے کہ قوت نمو کو یہ ناگوار ہے کہ غذا درجہ بدرجہ ہضم رابع تک منزلیں طے کرے بلکہ اوسکا تقاضا یہ ہے کہ فوراً ہضم آخر کے درجہ تک پہونچ جائے۔

[22] فلوس مچھلی کے سفنے۔ فلوس جو نکہ پیسوں کو بھی کہتے ہیں اس لئے گلہائے اشرفی سے تشبیہ دینا خالی از لطف نہیں

[23] صحیح لفظ رنگرز ہے رنگریز غلط ہے ایوس = زنگار

[24] سالوس = مکار

[25] گل شاموس = سنگ جراحت جسکی خاصیت یہ ہے کہ خون کا بہنا روک دیتی ہے اور زخم کو خشک کر دیتی ہے

[26] موسم بہار کا یہ اثر ہے کہ پیاز کو بھی بلبوس کی طرح فائدہ مند ہونے کا دعوی ہے۔ بلبوس ایک نبات کا نام ہے جو پیاز سے مشابہ ہے مگر اس سے زیادہ نفع بخش ہوتی ہے۔

ہوائے جنبش اوراق سے ہیں عطر فروش | لغاتِ وَرد[27] کہ ہیں ثبت صفحۂ قاموس
فسونگری[28] دم مشاطۂ نسیم کی دیکھ | کہ مشک نافہ ہوئے غنچہ ہائے زلف عروس
صفات[29] آئے جو آئینہ ہوا میں نظر | لگا خواص و عوارض کو اعتبار نفوس
صدا الخلق ہے ملکر ہوا سے کیا ہو فرق | کہ بانگ خندۂ گل ہے کہ نالۂ ناقوس
عجب ہوا ہے کہ فیض ہوا سے ہوتا ہے | شکم میں خستہ[30] کے نشو و نمائے اصل السوس
غریق[31] آب خجالت ہوا کے فیض سے ہوں | کہ گل ہوا ہے مرا غنچۂ دل مایوس

۲۷ قاموس (عربی لغت کی کتاب) میں لفظ وَرد (گل سرخ) جہاں آیا ہے اوراق کتاب کے ہلنے میں فیض بہار سے عطر کی خوشبو دیتا ہے۔

۲۸ زلف عروس کی گرہ کو غنچہ قرار دیا ہے۔ جب نسیم بہار زلفوں کو چھوتی ہوئی گذرتی ہے تو غنچہ ہائے زلف نافۂ مشک کیطرح عطر آگیں ہو جاتے ہیں نسیم کو مشاطہ مانا ہے اور اوسکی اس طرفہ کاری کو جادو۔

۲۹ خواص و عوارض (صفات وغیرہ) وہ چیزیں ہیں جو دوسرے کی وجہ سے قایم ہوں۔ نفوس سے مراد جواہر ہیں یعنی وہ چیزیں جو قایم بذات خود ہوں۔ مطلب یہ ہے کہ اگرچہ آئینہ میں نفوس نظر آیا کرتے ہیں لیکن آئینۂ ہوا (لطافت کے باعث) اب اسقدر شفاف ہو گیا ہے کہ اوس میں صفات تک نظر آتے ہیں۔ گویا صفات میں نفوس کی خاصیت پیدا ہو گئی۔ ۳۰ خستہ = بیمار

۳۱ میرا دل مایوس جو غنچہ کیطرح ناشگفتہ تھا ہوا کے اثر سے کھل گیا۔ اس احسان کی وجہ سے میں شرمندہ ہوں

ہوا ہے کون سی ایسی مگر مدینے کی — دم مسیح کو ہے جسکی حسرت پا بوس
شرف مدینہ کو جس سے ہے ہو نہ ہو وہ ہے — جسے بتاتے ہیں محبوب حضرت قدوس
جو خواب میں بھی کبھی دیکھتی جمال اُسکا — تو دیتی دل کہیں یوسف کو دختر طیموس[۳۲]
جو شمع بزم کہوں اُسکے روئے تاباں کو — کتان وماہ بنے نور شعلۂ فانوس[۳۳]
وہ کون احمد مرسل شفیع ہر دوسرا — جو خلق کا سبب اور باعث معاد نفوس[۳۴]
جہان مطاع[۳۵] - شہنشاہ آفتاب نشاں — فلک سریر - قمر طلعت و مَلَک ناموس
سیاہ[۳۶] چشموں کو مشکل نگاہ دزدیدہ — یہ اوس کے حفظ سے ہے ملک معدلت محروس
نگاہبانی عصمت سے وہ رواج حیا — کہ چار چشم نہوں نرگس وادافیوس[۳۷]

۳۲ دختر طیموس = زلیخا۔ شعر میں استفہام انکاری ہے۔

۳۳ مشہور ہے کہ چاندنی میں جامۂ کتاں پارہ پارہ ہوجاتا ہے۔ شاعر کی مراد یہ ہے کہ اگر آنحضرتؐ کے روئے روشن کو شمع سے تشبیہ دی جائے تو اس نسبت کی وجہ سے شعلۂ شمع کے آگے فانوس کا وہی حال ہو جو چاند کی روشنی میں کتاں کا۔

۳۴ معاد نفوس۔ مخلوق کا عالم آخرت کی طرف لوٹنا۔ ۳۵ جہاں مطاع = جسکا جہاں فرمانبردار ہو

۳۶ کشور عدل میں حضورؐ کا اسقدر انتظام زبردست ہے کہ چوری تو بڑی بات ہے۔ سیاہ چشموں (معشوقوں) کو نگاہ چورانا بھی دشوار ہے

۳۷ اذافیوس۔ ایک قسم کا پھول جسکو نرگس کی طرح آنکھ سے تشبیہ دیتے ہیں چار چشم ہونا دوچار ہونے کے معنے میں استعمال ہوا ہے۔

سُنے[۳۸] ہے دور عدالت میں اوسکی شیرِ عریں — شباں کی ضربت بیجا سے نالشِ جاموس

کرم میں دوں اوسے نیساں سے کسطرح تشبیہ — کروں میں جان کے کیونکر یہ ترقیِ معکوس

ق

کہ جسکی بخشش یکروزہ کو وفا نہ کریں — ہزار سالہ گہر ہائے قلزم[۳۹] و قاموس

یہ جی میں ہے کہ پڑھوں اور ایک وہ مطلع — جو ہو ہر اک متنفس کی طبع سے مانوس

مطلع ثالث

ترے[۴۰] ہی فیض سے ہر قطرہ آبیارِ عجوس — ترے ہی نور سے ہر ذرہ جلوہ زارِ شموس

ہمیشہ عفو ترا طالب گنہ گاراں — مدام رحم ترا دردمند کا جاسوس

ترے[۴۱] حسود کی نسبت سے جل رہی ہے نہ کیوں — ہجوم شعلہ سے دوزخ ملے کفِ افسوس

تری غلامی کی دولت سے خاک پائے بلالؓ — سفیدۂ[۴۲] رخِ فغفورِ چین و خسرو روس

۳۸ آپ کے مبارک عہد میں عدل کا یہ حال ہے کہ اگرچہ چرواہا بھینس کو مارتا ہے تو وہ شیر سے نالش کرتی ہے - عریں = جنگل - بن - ۳۹ - قلزم = سمندر - قاموس = سمندر

۴۰ عجوس = برسنے والا بادل -

۴۱ دوزخ کے جلنے کی حسن تعلیل یہ بیان کی ہے کہ اوسکو آنحضرت صلعم کے دشمنوں سے یک گونہ نسبت ہے - اسوجہ سے اوسکے مقدر میں جلنا ٹھہرا اور اس ننگ کی بنا پر وہ کف افسوس ملتی ہے - شعلوں کے باہمی تصادم کو کف افسوس ملنے سے تشبیہ دی گئی ہے

۴۲ سفیدہ = پاوڈر -

خمیدہ کس لیے نہ آسمان بنے تجھے بھلا | نہ تھا ازل سے جو مد نظر ترا پابوس

۴۳ بہا میں دیتی ہے ماہی و فینہ ہائے زمیں | یہ بڑھ گئی ترے سکہ سے قدرِ فلوس

ہے احتساب ترا مانع لباس حریر | نہ پھینک دے ہوئے کہیں چرخ اطلس ملبوس ۴۴

ترا وہ خوف کہ رک جائے تا گلو آکر | نہ نکلے معبدِ ترسا میں نالۂ ناقوس

۴۵ یہ مے کو تیری جہاں سوز نے جلایا ہے | کہ مغ نہ کر سکے فرق صراحی و فانوس

زبس شراب کو بھی آفتاب کہتے ہیں | نہ آسمان کے واژوں رہے مدام کئوس ۴۶

فریب وعدہ یہ چھوڑی ہے تو نے جھوٹ قسم | سنا زبسکہ زباں سے تری یمینِ غموس ۴۷

۴۳ فلوس فلس کی جمع ہے جسکے معنے پیسہ کے ہیں اور مچھلی کے سفنے کو بھی کہتے ہیں یہاں اس لفظ میں ایہام ہے مراد یہ ہے کہ حضور کے عہد کی نسبت سے سکہ رائج کی قدر و قیمت اسقدر بڑھ گئی ہے کہ فلوس تک کے عوض میں ماہی زمین بیش بہا دفینے دینے کو تیار رہے۔

۴۴ اطلس۔ جامۂ ریشمی غیر منقش جسکا پہننا شرعاً ممنوع ہے۔ اور عرش (فلک نہم) کو بھی اطلس کہتے ہیں۔ کیونکہ یہ بھی غیر منقش ہے اور اسپر کواکب نہیں ہیں۔

۴۵ حضور کی جہانسوز (جہاں کی جلانے والی) ممانعت کا یہ اثر ہوا کہ شراب جسکی آپنے امتناع کر دی تھی جل گئی اور اب صراحی شراب اور فانوس شمع میں کچھ فرق نہیں معلوم ہوتا۔

۴۶ کیوس جمع ہے کاسہ کی بمعنے پیالہ۔

۴۷ غموس جھوٹی قسم کو کہتے ہیں جسکی بابت شرع میں عذاب کی وعید آئی ہے۔

دم مصاف ترے دشمنوں کے لشکر میں
صدائے نوحہ و شیون ہے شور و غلغل کوس

دو نیم ہوں تری شمشیر کے تصور سے
بسان ساغر خورشید کاسہ ہائے رؤس [۴۸]

ملا دے [۴۹] گاو زمیں گاو چرخ سے نیزہ
بٹھا دے خاک پہ شیر سپہر کو دبوس

اگر کہے مدد اے یا محمدؐ عربی
صفیر مرگ ہو رستم کو نعرۂ الکوس [۵۰]

مخالفوں کو ترے دو جہاں جہنم ہے
کہ تاب مہر سے جلتے رہے ہیں یاں بھی مجوس

براقؐ اسپ ترا ابرو سے [۵۱] فرشتہ رکاب
کہاں ہو چشم بصر ایسے پاؤں سے ممسوس

نہ جسکے [۵۲] دھیان میں مضمون قاب قوسین آئے
وہ دیکھ لے تری زین و کماں کا قربوس

---

۴۸ رُؤس جمع ہے راس کی یعنے سر

۴۹ دَبوس گرز آہنی یعنے جہاد میں حضورؐ کا نیزہ گاوزمین اور گاو چرخ (برج ثور) کو ایک ساتھ پیوست کر لیتا ہے اور آپ کا گرز شیر سپہر (برج اسد) کو خاک پر گرا دیتا ہے۔

۵۰ الکوس ایک پہلوان کا نام ہے جو رستم کے ہاتھ سے مارا گیا تھا۔

۵۱ ابرو سے فرشتہ رکاب۔ وہ گھوڑا جسکے لیئے فرشتہ کا ابرو رکاب کا کام دے۔ ممسوس چھوا ہوا۔

۵۲ قاب قوسین۔ دو کمانوں کا فاصلہ۔ حضور سرور عالم کے قرب معراج کی طرف اشارہ ہے یعنے جسکی سمجھ میں ماہیت قرب معراج نہ آئے وہ آپ کے زین اور ہرنے کا فصل دیکھ لے۔ قربوس۔ زین کے سامنے کا اُٹھا ہوا حصہ جسپر کمان رکھی جاتی تھی اسکو اردو میں ہرنا کہتے ہیں۔

ترے عدو کی خرابی کا کچھ علاج نہیں — نہ ہو قبول دعا سے بھی رفعتِ بسّوس[۵۳]
ترے خیال سے اصحابِ کہف کو ہے یہ چین — وگرنہ خواب کہاں اور زمانِ دقیانوس
ظہور میں ہوئی تقدیمِ انبیا، کہ نہ تھا — ترے وسادۂ[۵۴] دولت پہ احتمالِ جلوس
شہا ستم ہے کہ تیرے مدیح خواں پہ کرے — ہزار گونہ ستم روزگارِ نامانوس
کچھ انتہا بھی کواکب کے دورِ بیجا کی — ہمیشہ ہے مرے طالع میں اجتماعِ نحوس
جو اپنے حسرت و ارمان میں بیان کروں — نہ تاب لائے دلِ سختِ زاہدِ سالوس
جفا کو آئے مری دل شکستگی پہ رحم — بلا کرے مرے احوالِ زار پر افسوس
ملے ہیں خاک میں کیا کیا سرِ فنون و علوم — خدا کسی کو نہ دے ایسے طالعِ منکوس
حکیم وہ ہوں کہ جاتے رہیں حواس اگر — کرے معارضہ[۵۵] سرِ دفترِ عقول و نفوس
طبیب[۵۶] وہ ہوں کہ ہو سوزِ سینۂ بلبل — نظارۂ رخِ گلفام سے مجھے محسوس

۵۳ بسوس بنی اسرائیل کی ایک منحوس عورت کا نام تھا جسکے شوہر سے تین دعاؤں کے مقبول ہونے کا وعدہ کیا گیا تھا۔ اوسنے عورت کے حق میں تینوں دعائیں کیں اور قبول بھی ہوئیں مگر آخر میں وہ اپنی شامت سے جیسی تھی ویسی ہی رہی۔

۵۴ وسادہ = تکیہ، مسند۔

۵۵ اگر مجھ سے سرِ دفترِ عقول و نفوس (عقلِ کل) مقابلہ کرے تو اوسکے حواس جاتے رہیں

۵۶ گلفام (معشوقِ گلعذار) کے چہرے کو دیکھ کر میں گل کا تصور کرتا ہوں اور اور گل کے تصور سے سینۂ بلبل کی حرارت کا احساس کر لیتا ہوں۔

[۵۷]جو ہوں معالج مبطوں تو قابض ارواح — کرے دعائے رواج طریق جالینوس

[۵۸]درم ہو چارہ گر قبض تا بدست لئیم — کیا ہو میں نے جو تجویز وزن مغز فلوس

کروں جو گردش انجم کی میں صندی — فدا ہو وجد میں آکر روان بطلیموس

[۵۹]گواہ عصمت مریم ہو کثرت اولاد — عقیمہ مجھ سے سنے گر بیان شکل عروس

[۶۰]طلسم ماہ لکھوں گر پے زبان بستن — بنائے مہر دہن چرخ نقطۂ جاسوس

۵۷ مبطون۔ وہ مریض جسکو اسہال کی بیماری ہو۔ جالینوس یونان کا مشہور طبیب تھا جو معدہ کے علاج میں دستگاہ کامل رکھتا تھا۔ جوارش جالینوس مشہور ہے۔

۵۸ اگر میں کسی مریض کے لیے مغز فلوس (املتاس) ایک درم (وزن) تجویز کروں تو اُسکے نسبت درم (سکہ) میں یہ خاصیت آجاے کہ وہ بخیل کے ہاتھ کا قبض یعنے بخل تک دور کردے۔ مغز فلوس دافع قبض ہے۔ اور فلوس اور درم کی رعایت ظاہر۔

۵۹ شکل عروس۔ اقلیدس کی ایک کثیر النتائج شکل ہے۔ مطلب یہ ہے کہ اگر میں بانجھ عورت کے سامنے شکل عروس کی تشریح کروں تو اس بیان کے اثر سے اسکا خلقی عیب دور ہوجاے۔ اور صاحب اولاد ہو گویا اُسکے کثرت اولاد دیکھکر دُنیا کو حضرت مریم صدیقہ (جنکے بطن سے حالت دوشیزگی میں سیدنا عیسیٰؑ پیدا ہوے) کی پاکدامنی میں کوئی شبہ نہ رہے۔ ۶۰۔ شرف ماہ میں جو تعویذ لکھا جاتا ہے اوسکے خواص میں دشمن کی زباں بندی داخل ہے یعنی اگر میں اس غرض سے طلسم لکھوں تو نقطۂ جاسوس تک میں آسمان مہر دہن کا اثر پیدا کردے۔ نقطۂ جاسوس۔ وہ نقطے جو عملیات والے تعویذ میں مطلب معلوم کرنے کے لیے لکا دیتیں

یقیں کہ زہرہ و خورشید میں مقابلہ ہو — پڑھوں جو میں پئے دوری دعائے بدربطوس[61]
جو میری نثر کے دیکھے لآلیِ[62] منثور — اُٹھائے مسندِ حشمت حجاب سے کاؤس
بفرض[63] گر کرۂ خاک کو کہوں وائر — شکستہ اسپِ گلی ہووے پیشتاز فرس
فنونِ نظم میں مینے نکالی ایسی راہ — طریقۂ شعرائے سلف ہوا مطموس[64]
مرے کلام ثریا نظام کا منکر — وہ تیرہ روز جو برجیس[65] کو کہے منحوس
جو دیکھیں میری طبیعت کی گوہر افشانی — شریک درد ہوں محمود و نکتہ پرور طوس[66]
دئے ہیں میرے حسد نے زمیں ہزاروں داغ — روا ہے باندھئے گر عندلیب کو طاؤس

[61] ایک دعا ہے جو دو شخصوں میں جدائی کے لیئے پڑھی جاتی ہے زہرہ و خورشید کا اثر تقریباً یکساں ہے مقابلہ کے معنے معروف اور اصطلاح نجوم میں دو ستاروں کے درمیان چھ بروج کے فاصلہ کو کہتے ہیں۔ [62] لیے پروے ہوے موتی۔

[63] بالفرض اگر میں زمین کو متحرک قرار دوں تو مٹی کا شکستہ گھوڑا بھی جاندار گھوڑوں سے آگے نکل جاے۔ ہیئت قدیم میں زمین ساکن مانی گئی ہے۔ فرس جمع ہے فرس کی = گھوڑا۔

[64] مٹا ہوا۔ [65] برجیس = ستارۂ مشتری جسکو سعد اکبر کہتے ہیں۔

[66] نکتہ پرور طوس = فردوسی طوسی۔ یعنی محمود میری فیاضی (گوہر افشانی) اور اپنے بخل سے خجل ہو اور فردوسی اپنی عدم استغنا اور بے بضاعتی سے شرمسار لہذا درد دل میں دونوں ایک دوسرے کے شریک حال ہوں۔

قماش[٦٧] دیکھ کے رنگینی سخن کا مری — حریرِ لالہ و گل شرم سے ہوا مدروس
خدا کے واسطے گرم دعا ہو بس مومن — کہ منتظر ہے ازل سے اجابت قدوس
ہے جب تلک گل و بر قسمت نہال و شجر — ہے جب تلک دل لالہ میں داغ حسرت[٦٨] و بوس
مدام پھولے پھلے دوستوں کا نخل مراد — رہینِ داغ عدو کا رہے دل مایوس

---

٦٧ قماش = ریشمی کپڑا۔ اور خوبی۔ مدروس۔ پھٹا پورانا۔

٦٨ بوس = شدت غم۔

(۲۳) منقبت امیر المومنین سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ

کوئی اس دور میں جیئے کیونکر
ملک الموت ہے ہر ایک بشر

دادخواہوں کے شور سے دیکھو
چونک پڑتا ہے فتنۂ محشر

آئینہ نے بھی اس زمانہ میں
تیغ کے سے نکالے ہیں جوہر

آتش لعل شعلۂ جانسوز[1]
آب نیساں ہے ایک بدگوہر

جسکو دیکھو سو مایۂ بیداد
کیا ہوا گر نہیں ہے سیمیں بر

ذکر انساں سے دیو مجنوں ہو
آدمی سے پری کو آئے حذر

ہے پئے[2] اشتیاق ویرانی
شاہ فرہاد بے ستوں کشور

نہ امیروں کو پاسے بندی عدل
نہ رعایا مطیع و فرماں بر

---

[1] انقلاب زمانہ سے ہر چیز کی کایا پلٹ ہوگئی ہے۔ لعل بجائے روح افزا ہونے کے شعلۂ جانسوز کا اثر رکھتا ہے۔ اور آب نیساں (جو موتی پیدا کرتا تھا) بدگوہر ہوگیا ہے آتش لعل سے لعل کی سرخی مراد ہے اور آتش کی بنا پر شعلہ جانسوز کہا ہے نیساں اور بدگوہر کی رعایت مخفی نہیں ہے

[2] عالم آشوب تباہی کا ذکر کرتے ہوئے مومن لکھتا ہے کہ بادشاہوں کو ملک کی آبادی کے بجائے ویرانی مدنظر رہتی ہے گویا بادشاہ فرہاد ہیں اور اُن کا ملک بے ستون بے ستون ایک پہاڑ کا نام ہے جسکو کاٹ کر فرہاد نے دودھ کی نہر نکالی تھی۔ فرہاد ایک مزدور تھا جسنے شیریں (ملکہ ایران) کے عشق میں یہ کڑیاں جھیلی تھیں۔

اُسکو ہو رستمِ زماں کا خطاب — جو کرے قتل خرد سالہ پسر
کمترین[3] خانہ زاد طعنہ زن — طرزِ حسرتِ ملامتِ مادر
ہیں گدا اُبر غرور شیرویہ[4] — بکینہ جو کیا ہے خونِ پدر
چمن آرا کو رسمِ پیرائش — اک بہانہ ہے بہر قطعِ شجر
دشمنِ[5] جانِ عاشقاں دیدار — گر نگہ تیغ ہے مژہ خنجر
خاص وہ مایۂ دل آشوبی — جسکا بیمار غم نہ ہو جاں بر
وہ جو سر کاٹ کر پشیماں ہو — رحم گر آئے نیم بسمل پر
وہ۔ نہ لی جسنے حال کی میرے — عمداً کیا۔ کہ بھول کر بھی خبر
وہ کہ مومن[6] کی ضد سے مومن ہو — یہ گر اُسکے لئے بنے کافر
ہائے مجھسا عزیز ہو یوں خوار — حیف خورشید زیرِ خاکستر

---

[3] ذلیل سے ذلیل خانہ زاد بھی اب یوں طعنے دیتے ہیں جیسے ماں اپنے بچہ کو ملامت کرتی ہے۔ طرز = مثل۔

[4] شیرویہ ایران کا ایک بادشاہ تھا جسنے اپنے باپ خسرو پرویز کو قتل کرکے حکومت حاصل کی تھی۔

[5] محبوب کا دیدار بجائے جانفزا ہونیکے عشاق کا قاتل ہے گویا اوسکی نگاہ تلوار کا کام دیتی ہے اور مژہ خنجر کا۔

[6] کافر معشوق کو مومن سے اسقدر ضد ہے کہ اگر وہ (مومن) اوسکی خاطر کافر بنتا ہے تو معشوق اوسکے جلانے کو مومن (صاحب ایمان) بن جاتا ہے۔

واہ اے چرخ تیری نافہمی	مہ اوجِ کمال فالِ[7] اختر
اوسے دینا تھا رحم نوشابہ[8]	مجھے دی تھی جو عقل اسکندر
اوسے بلقیس گر بنایا تھا	میں بھی زیبندہ تھا سلیماں فر
زہرہ پیرایہ گر کیا تھا اوسے	مجھے لازم تھی شاہیٔ معجر
یاں بھی ہوتی کلاہِ[9] زریں گو	تھی جو واں سر پہ گوہرِیں خادر
ملک پرویز چاہیے تھا مجھے	اوسے شیریں حشم کیا تھا اگر
روتے ہیں تیری جان کو ظالم	ایک بیں کیا کہ سارے اہلِ ہنر
سینہ صافوں کو سلکِ مروارید	نہ ملے جز سرشکِ دیدۂ تر
لبِ رنگیں بیاں ہے اور خوں ناب	تیرہ باطن ہے اور مئے احمر

[7] فالِ اختر = بدنصیب۔

[8] نوشابہ ملک بروع کی ملکہ تھی جس کے دربار میں سکندر قاصد بنکر گیا تھا۔ اور بعد کو نوشابہ نے سکندر کو پہچان کر اوسکا اعزاز و اکرام کیا تھا۔ آیندہ شعروں میں ملکہ سبا کی ملکہ ملکہ بلقیس کی تلمیح ہے جو مسلمان ہو کر حضرت سلیمانؑ کے عقد نکاح میں آئی تھی۔ اسی طرح شیریں ایک حسین عورت کا نام ہے جو خسرو پرویز کی معشوقہ تھی۔

[9] کلاہِ زریں گو = وہ ٹوپی جس میں سونے کی گھنڈی لگی ہو۔ گوہریں معجر = موتیوں کا مقنع۔

قاضیِ[۱۰] مشتری کمال سے ہیں ہندوانِ زحل شیم بر تر
منشیانِ[۱۱] عطارد آسا کو نورِ خورشید سوزِ حسرتِ زر
صدرِ[۱۲] انجم شناس سے تاباں مہرِ کامل کی طرح داغِ جگر
ہوس[۱۳] خوشہ سے بسانِ مغاں عیدِ خورشید روزِ شہریور
من[۱۴] و سلوا کباب مے آلود زاہد اتنے ہیں جوع سے مضطر

۱۰ قاضی مشتری کمال = ایسے قاضی جو مشتری کا سا کمال رکھتے ہوں۔ مشتری (برجیس) ایک سعد ستارہ ہے جسکو قاضی فلک بھی کہتے ہیں۔ زحل شیم = زحل کی سی خصلت رکھنے والے (کیواں) ایک نحس ستارہ ہے جسکو ہندوئے فلک بھی کہتے ہیں۔ واضح رہے کہ مشتری چھٹے آسمان پر ہے اور زحل ساتویں آسمان پر۔

۱۱ عطارد جیسا رتبہ رکھنے والے منشیوں کو نورِ خورشید تو کہاں میسر ہاں زر کی حسرت میں جلنا نصیب ہے۔ عطارد ایک ستارہ ہے جسکو منشی یا دبیرِ فلک کہتے ہیں۔ خورشید اور زر کی باہم مشابہت ظاہر ہے۔

۱۲ صدر = سینہ - انجم شناس = نجومی۔

۱۳ شہریور = کوار کا مہینہ۔ اس ماہ میں آفتاب برجِ سنبلہ میں (جسے فارسی میں خوشہ کہتے ہیں) ہوتا ہے۔ مراد یہ ہے کہ خورشید ماہِ شہریور محض خوشہ کی رعایت سے دنیا کے لئے عید کا حکم رکھتا ہے اور لوگ آفتاب پرستوں کی طرح اوسکی خوشی مناتے ہیں۔

۱۴ من و سلویٰ = ترنجبین و بٹیر جو غیب سے بنی اسرائیل کے لئے بھیجے جاتے تھے زاہد بھوک سے اتنے بیتاب ہو گئے ہیں کہ شراب آلود کباب کو من و سلویٰ کی طرح نعمتِ غیر مترقبہ سمجھتے ہیں۔

بائکے الزام دست خالی سے — فلسفی پیٹتا ہے اپنا سر
آب[۱۵] و ناں کے لئے گرو رکھیں — رستمانِ زمانہ تیغ و سپر
شعرا کو یہ آرزوے شعیر[۱۶] — خوانِ عیسیٰ ہے نیم خوردۂ خر
کام آئے نہ نغمۂ شیریں — طوطیوں کو ہے حسرتِ شکر
سروران سپہر مرتبہ ہیں — بسکہ جاہل نواز و دوں پرور
ق
کھائے[۱۷] وہ سرمۂ صفاہانی — جسے لکھتے کمالِ نورِ بصر
دیکھے نرگس حسد سے جانبِ گل — خوردہ بیں ہو گئے ہیں اہل نظر
واعظوں کی زباں پہ آتا ہے — برملا شکوۂ قضا و قدر

[۱۵] آب کی رعایت سے تیغ اور ناں کی مناسبت سے سپر کا لفظ لانا خالی از لطف نہیں۔

[۱۶] شعیر = جو۔ نیم خوردۂ خر۔ گدھے کا جھوٹا یعنے بچا ہوا کھانا۔ خوان عیسیٰ سے مراد وہ خوان نعمت ہے جو عیسیٰ علیہ السلام پر نازل ہوا تھا۔

[۱۷] سرمہ کھانے کی خاصیت یہ ہے کہ آواز بیٹھ جاتی ہے مطلب یہ ہے کہ وہ اہل ہنر جن کو کمال اصفہانی ایسا شاعر نور بصر لکھتا ہے زمانہ کی ناقدری کی وجہ سے عمداً سرمہ کھا لیتے ہیں تاکہ ہنر چھپا رہے۔ اور بے ہنری کے لباس میں جاکر جاہل پرور امیروں میں رسوخ حاصل کریں نور بصر اور سرمہ کی رعایت ظاہر ہے۔ واضح رہے کہ کمال بھی اصفہانی تھا۔ اور سرمہ بھی اصفہانی مشہور ہے۔

بنِ[١٨] دنداں سے کھاے نالِ قلم ‏ خوش نویسوں میں جو ہے سردفتر
کہے مفتی سوال کو واجب ‏ کسبِ مفقود جو ہوے یکسر
خاک[١٩] اوڑاتا ہے پشتِ آئینہ ‏ دیکھکر زرنگار۔ آئینہ گر
بھلے پھولے ہیں بے خرد کیا دور ‏ بیدِ مجنوں بھی گر لے آئے ثمر
سختی و کاہلی کی دولت سے ‏ دامنِ کوہ میں ہیں لعل و گہر
باندھتے ہیں سخن سرا موزوں ‏ کس طرح ہو نصیب سرو کو بر
جامِ[٢٠] نمرود کا فسانہ کہیں ‏ چارہ فرمائیے علاجِ سہر

---

١٨ نالِ قلم = قلم کا ریشہ = سردفتر = سردار پہلے رسم تھی کہ خوشنویس قلم کا ریشہ اس اعتقاد سے کھا لیا کرتے تھے کہ اس سے خط عمدہ ہو جاے گا۔

١٩ آئینہ گر پشت آئینہ کو زرنگار دیکھکر خاک اوڑاتا ہے کہ میری قسمت میں اتنا بھی زر نہیں ہے

٢٠ سہر = بیخوابی = نمرود ایک کافر بادشاہ کا نام ہے۔ اوس پر بطور عذاب ایک مچھر مسلط کیا گیا تھا جس نے نمرود کے دماغ میں داخل ہوکر اوسکا آرام و خواب حرام کر دیا تھا۔ جام نمرود۔ جام پیالہ کو کہتے ہیں اور سات کی تعداد کو بھی۔ منقول ہے کہ حکمانے نمرود کے لیئے سات طلسم تیار کیے تھے۔ اون میں ایک حوض بھی تھا نمرود اور اوسکے درباری اوس میں شراب و دوسری چیزیں جام بھر کر ڈالتے تھے اور بعد کو وہی چیز نکل آتی تھی قاعدہ ہے کہ افسانہ سننے سے نیند آجاتی ہے مگر تدبیر کی وارونی دیکھیئے کہ نمرود کا فسانہ تجویز کیا

جنکے لَا یَحْتَسِبُ کا مژدہ ہوا [۲۱]	کافروں کو بھی گونہ گونہ خطر
جب نہ تب والضحےٰ پڑھے ہی امام [۲۲]	مقتدی تا سنیں فلا تنہر
قدردانی کا نام ہی نہ رہا	چند ناداں ہوتے ہیں نام آور
اک امیر سخن شناس نہیں	لاکھ ہیں شاعرِ ثنا گستر
کھیئے گر بادشہ کو عرش سریر	کہے میری بلا کو ہو چکر
صدر ارسطو کہے سے مانے برا	حکما کو سنا جو ہے کافر
اے لب یاوہ گوے ہرزہ درا	بس کہاں تک یہ ناستودہ سمر [۲۳]
کب تلک شکوۂ جفائے فلک	تا کجا طعنۂ قمر جا گر [۲۴]

۲۱ وَمَن یَتَّقِ اللّٰہَ یَجْعَل لَّہٗ مَخْرَجًا وَّیَرْزُقْہُ مِنْ حَیْثُ لَا یَحْتَسِبُ وَمَن یَتَوَکَّلْ عَلَی اللّٰہِ فَہُوَ حَسْبُہٗ (اور جو اللہ سے ڈرتا رہیگا اللہ اوسکے لیئے گذارہ کی صورت پیدا کر دیگا اور اوسکو ایسی جگہ سے رزق دیگا جسکا اوسکو گمان بھی نہ ہوگا اور جو خدا پر بھروسہ کریگا خدا اوسے کافی ہے) مطلب یہ ہے کہ جب متقی لوگوں کو جناب الٰہی سے یہ بشارت دی گئی تو کافروں کو بھی جو بمقتضاے الدنیا جنت الکافر (دنیا کافر کے لیئے جنت ہے) امن و رفاہیت کی زندگی بسر کر رہے تھے خطرہ پیدا ہوگیا اور اُنھوں نے یہ خیال کیا کہ کہیں ہمارا عیش و تنعم اہل تقوی کے مفاد پر قربان نہ کر دیا جائے۔

۲۲ فلا تنہر جز ہے پوری آیہ کریمہ کا۔ وَاَمَّا السَّائِلَ فَلَا تَنْہَرْ (سائل کو نہ جھڑک) آیت سورۂ والضحےٰ میں ہے

۲۳ ناستودہ سمر = بیہودہ افسانہ ۲۴ قمر جا گر = اس میں اضافت مقلوب ہے یعنے جا گر قمر یہاں آسمان مراد ہے کیونکہ حضرت آدمؑ کے زمانہ سے اسوقت تک دور قمر مانا گیا ہے۔

ہجو گوئی نہیں ہمارا کام — ایسی باتوں سے خامشی بہتر
پڑھ کوئی وہ غزل کہ اعدا بھی — حبذا حبذا کہیں سنکر

مطلع ثانی

لاؤں اس مفلسی میں سوزن زر[۲۵] — ہونٹ سینے دے گر نصیحت گر
جو مری سُن لے میں بھی اُسکی سنوں — کہ زباں گنگ ہے نہ گوش ہے کر
کیا کہوں آج یہ کیا گذرتی ہے — یہ ستم کس کو آوے گا باور
اپنی حسرت کا کچھ علاج نہیں — یار ہو بخت یا فلک یاور
ہے یقیں یہ کہ خاک ہی میں ملے — آرزوئے وصال سیمیں بر
نکلے ارمان کیا۔ کہ نکلے ہیچ — نالہائے شب و فغان سحر
دیکھو انصاف سے کہ ظلم ہے ظلم — گر نہ ہو روے التفات ادھر
تاب رخسار و تیرہ روزی سے — وہ اگر مہر ہے تو میں ہوں قمر
نہ کوئی مایہ دار حسن اتنا — نہ کوئی مجھسا عاشق بے زر
وہ بھی ایسا نہیں کہ یوں محروم — رکھے مستوجب کرم کو مگر
مانعین[۲۶] زکات ہیں اغیار — ق — یاد ایام نصفت سرور

---

۲۵ نصیحت گر = ناصح یہاں ناصح کے ہونٹ سینے کے لیئے باوجود مفلسی سونے کی سوئی تجویز کرنا ایک قسم کا لالچ دینا ہے جو لطف سے خالی نہیں۔

۲۶ حضرت صدیق رضی کے زمانہ میں مرتدین پر فوج کشی کی گئی تھی جنھوں نے فرضیت زکات سے انکار کیا تھا یہ واقعہ ۱۱ھ کا ہے

مسند آرائے محفلِ تقدیس — اویسِ جانشینِ پیغمبر
خاکساری پسند عرش مقام — آدمی صورت و فرشتہ سیر
ملکِ دل سریرِ جاں خرگاہ — شاہِ دیں تاجِ معدلت کشور
سینہ سرشارِ مہرِ یزدانی — چشم لبریزِ جلوۂ محشر
لب وہ آبِ حیات جسکے لئے — تشنہ کام صد آرزو کوثر
آرزوئے پابوس میں سپہرِ خورشید[۲۷] — ذروۂ اوج پایۂ منبر
چرخ و آشوب دور میں اُسکے[۲۸] — جوشِ یاجوج و سدِّ اسکندر
کیا گنے کوئی خوبیاں اُس کی — اک سخاوت شمار سے باہر
لکھیے اُس ہاتھ کو جو پنجۂ مہر — ذرہ پاوے رواجِ خوردۂ زر
ذکر میں اُس کی جودِ پیہم کے — مبتدا ایک ہے ہزار خبر
خاک بیز اُس گلی کا ڈالے ہے — خاکِ مذکور گنجِ قاروں پر
ہم بہا اُسکی درفشانی سے[۲۹] — تارِ اشکِ یتیم و سلکِ گہر

---

۲۷ خورشید ممدوح کی قدمبوسی کی خواہش رکھتا ہے گویا اس آرزو میں آپ کے پایۂ منبر تک پہونچنا اُسکے لیئے اعلیٰ درجۂ شرف ہے۔ ذروہ = بلندی۔ آفتاب کا شرف اُسوقت ہوتا ہے جب وہ برج حمل میں جاتا ہے

۲۸ چرخ بجائے مصدرِ آشوب ہونے کے آپ کے دور میں آشوب و فتنہ کو اس طرح روکے ہوئے ہے جس طرح سدِ سکندری قوم یاجوج کے جوش کو۔ یاجوج ماجوج دو مفسد قومیں تھیں جن کے روکنے کے لیئے سکندر ذوالقرنین نے ایک دیوار بنا دی تھی۔

۲۹ آپ کی فیاضی نے یتیموں کے آنسوؤں کو موتیوں کا ہم قیمت کر دیا ہے۔

اُسکے دروازہ کے گدا کی زکات — مُلکِ خاقان و حشمتِ قیصر
کچھ نظر میں سمائے تو دیکھے — پنجۂ خور کو اُس کا دست نگر
خُلق ایسا کہ ذکر میں جس کے — بھولے عاشق شکایتِ دلبر
دم بھرے اُسکے کوے دلکش کا — باغ جنّت میں بھی نسیمِ سحر
بسکہ ہے کین و دشمنی اُسکی — قدر کاہ و بہا شکن یکسر
ربط[۳۰] سے زخمہائے اعدا کے — ق — قطرۂ خوں ہو مشک بارِ دگر
رافت[۳۱] اُسکی ہو جب ضعیف نواز — آب ہو جائے شرم سے عنبر
جب[۳۲] اُولوا الفضلِ منکم اے حاسد — اُسکے حق میں کہے جہان داور

---

۳۰ جو ممدوح سے دشمنی رکھتا ہے وہ ذلیل ہوتا ہے یہاں تک کہ جو مشک آپ نے دشمنوں کے زخموں پر (زخم صاف کرنے کے لئے) لگایا جاتا ہے وہ بھی اس نسبت کی وجہ سے اپنی حالت اصلی پر عود کر آتا ہے اور ناچیز قطرۂ خون رہ جاتا ہے۔ مشک ہرن کا خون ہوتا ہے جو عرصہ کے بعد منجمد ہو کر خاص صورت اختیار کرتا ہے۔

۳۱ عنبر مشہور خوشبو کا نام ہے جو دریا سے دستیاب ہوتی ہے۔ عنبر کے شرم سے پانی ہونے کی وجہ یہ ہے کہ اگر وہ بھی ضعیف ہوتا تو ممدوح کی نگاہ رحمت کا مستحق ٹھہرتا۔ رافت = رحمت

۳۲ وَلَا یَأْتَلِ اُولُوا الْفَضْلِ مِنْکُمْ وَالسَّعَۃِ اَنْ یُّؤْتُوْٓا اُولِی الْقُرْبٰی (الآیۃ) (تم میں سے بزرگی اور مقدور والے اپنے قرابت داروں کو دینے دلانے کی قسم نہ کھالیں) یہ آیت حضرت صدیق رضؓ کے حق میں نازل ہوئی تھی۔ جب اُنھوں نے اپنے ایک قرابت دار بدری صحابی کا وظیفہ اُن کی خطا پر ناراض ہو کر بند کر دیا تھا۔

افضلیت میں کیا سخن۔ ہے یہ بات ق سب سے بہتر کہ سب سے ہے بہتر
حکم سے اُسکے بے سر و ساماں سرِ جم سے اُتار سے افسر
اور پڑھتا ہوں ایک وہ مطلع جان دے جس پہ ہر سخن گستر

مطلعِ ثالث

اے مسیحا دمِ رواں پرور زندگی بخشِ دینِ پیغمبر
گرمیٔ التفات سے تیری خشک ہو عاصیوں کا دامنِ تر
ہے سراپا تو مہرۂ تریاک[۱] تجھ کو کیا نیشِ مار سے ہو ضرر
ہے ترے خارِ جیب کا قصہ[۲] نشترِ یانِ حسود کو نشتر
تو وہ سلطاں کہ بارگہ کا تری پست کاشانہ ہے فلک منظر
قصرِ جاہ و جلال میں تیرے فخر کیواں ہے پاسبانیٔ در
ذرۂ خاکِ در کی تابش سے جل گیا مہرِ آتشیں پیکر

[۱] ہجرت کے وقت حضرت سرورِ عالم صدیق اکبر کے ساتھ غارِ ثور میں تشریف رکھتے تھے۔ غار کے سوراخ بند کر دیے گئے تھے مگر ایک سوراخ باقی تھا جسمیں حضرت صدیق اکبر نے اپنے پاؤں کا انگوٹھا لگا دیا تھا۔ ایک سانپ نے انگوٹھے میں کاٹ لیا اور بالآخر حضور کے معجزہ سے شفا حاصل ہوئی۔ مہرۂ تریاک جو سانپ کے زہر کو دور کرتا ہے۔

[۲] ایک مرتبہ حضرت صدیق نے راہ خدا میں اپنا تمام گھر بار لٹا دیا جسم ڈھانکنے کے لیے صرف ایک کمبل رہنے دیا جسکو کھلنے کے خیال سے کانٹوں سے سی لیا تھا۔ شریانِ حسود = حاسد کی رگ۔

گر تری بے رضا کرے گردش
ٹوٹے دولابِ چرخ کا محور

ماجرا سُن کے تیغ کا تیری
الاماں الاماں کہیں کافر

ذکر کرتے زبان کٹتی ہے
کیا بیاں کیجے تیزیٔ خنجر

دیکھ کر گرز خار دار ترا[۳۵]
ہو زرہ فرقِ خصم پر مغفر

تیری چینِ کمند دلکش کا
دم بھرے جذبہ پہ دمِ اژدر

کچھ تعجب نہیں جو چڑھ جاوے
قلعۂ چرخ پر ترا لشکر

کہ ہے قدسی گہر ملک فطرت
جیش منصور میں ہر ایک بشر

ق

تیری تلوار کی وہ آنچ کہ گبر
چھوڑ دیویں پرستشِ آذر

دیکھ کر تیری تیغ کوہ شگاف
ٹوٹ جاتی ہے سرکشوں کی کمر

خطِ نصف النہار[۳۶] ہو محسوس
گر فلک کو عدو بناوے سپر

دورِ[۳۷] نصفت میں تیرے فتنہ کا
پاس اصحابِ کہف کے بستر

۳۵ مغفر (خود) زرہ بن جاتا ہے یعنی زرہ کی طرح اُسمیں سوراخ پیدا ہو جاتے ہیں۔
۳۶ خط نصف النہار آسمان پر ایک فرضی خط ہے۔ مطلب یہ ہے کہ اگر آپ کا دشمن آسمان کو ڈھال کی جگہ کام میں لائے تو خط نصف النہار (باوجود خط موہوم ہونے کے) محسوس ہونے لگے گویا آسمان کی ڈھال میں بھی بال پڑ جائے۔
۳۷ اصحاب کہف چند خدا پرست لوگ تھے جو دقیانوس (کافر بادشاہ) کے دست ظلم سے تنگ آ کر ایک غار میں پناہ گزین ہوئے تھے جسمیں وہ ابتک سو رہے ہیں۔ شاعر کی مراد یہ ہے کہ آپکے انصاف کی وجہ سے فتنہ و فساد معدوم ہو گیا گویا اصحاب کہف کے پاس سو رہا ہے۔ کہف - غار

توده عادل کہ ذکرِ کسریٰ میں — عدل کی تجھ سے داد چاہے عمرؓ

نرد بازوں[۳۸] کو عہد میں تیرے — شش جہت جیسے مہرۂ ششدر

وزد چوری سے جی چُراتے ہیں — گو نہ ہووے ذرا مقامِ خطر

فتنہ سازوں کو وہمِ فتنہ نہیں — دل ترا ہے جو کاشفِ مضمر

بادہ کش ایسے تلخ کام کہ ہے — کفِ مارِ سیہ مئے احمر

خمِ وارثوں[۳۹] دل فلک سبوسے تہی — دورِ بگذشتہ گردشِ ساغر

عیب جو خوردہ بیں کا یہ احوال — دو پہر کو فلک نہ آئے نظر

ذکر[۴۰] میں انتظامِ حق کے ترے — مترادف ترحّم و کیفر

خوفِ عصمت سے تیرے آئے جو پاس — شمع پروانہ کے جلادے پر

لکھے گر ہے ترا اشتّن بالفرض — صفحہ سے محو ہو خطِ مسطر

---

۳۸ چونکہ آپ کا احتساب لہو ولعب سے مانع ہے اسلیے نرد (چوسر) کھیلنے والے مہرہ ششدر کی طرح حیران ہیں اور اُن کو کوئی راہ نہیں ملتی۔ مہرۂ ششدر نرد کی بازی میں اُس مہرہ کو کہتے ہیں جو بیچ ہو جائے اور چھیوں خانوں میں سے کسی خانہ میں نہ چل سکے۔

۳۹ آپ کے عہد میں شراب کا شغل دنیا سے اٹھ گیا اسلیے شراب کا خالی سبو چرخ واژوں کے خم کا حکم رکھتا ہے اور ساغر کی گردش گزرا ہوا دور سمجھا جاتا ہے یعنی سبو اُلٹ دیے گئے ہیں اور ساغر کا چلنا موقوف ہے۔

۴۰ آپ کے انتظام بر حق میں انعام وپاداش ہم معنی ہیں یعنی اگر آپ کسی کو سزا بھی دیتے ہیں تو در اصل اُس کے حق میں بھلائی کرتے ہیں۔

نعوسیم نثار کردہ ترا — ہے عروس زمانہ کا زیور
موسن مآب کرد عا۔ کہ سُنتا ہے — تیری تقریر گوشِ دل سے اثر
جب تلک گردش سپہر سے ہے — انتسابِ حدوثِ نیکی و شر
تیرے احباب نیک بخت مدام — تیرے اعدا ہمیشہ فال اختر
جب تلک اس تیوخاکداں میں ہے — کوئی گم کردہ رہ کوئی رہبر
تیرے حاسد ہوں غول صحرائی — تیرے پیرو ہوں پیشوا اسے خضر
نیکخواہ اور خوبیِ دارین — بدسگال اب سے خوار تا محشر

(۴) منقبت امیر المومنین سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ

جو اُسکی زلف کو دوں اپنے عقدۂ مشکل[1] — تو بوالہوس کا بھی ہرگز کبھی نہ چھوٹے دل
تم اور حسرتِ ناز! آہ کیا علاج کروں — میں نیم جاں نہ رہا امتحان کے قابل
اُمید حورِ بہشتی پہ لاؤں کیا ایماں — کہ برہمن ہوں تو ردکردۂ بتانِ چگل[2]

[1] اسلیے کہ میری مشکل کی گرہ محبوب کے خمِ زلف سے بھی زیادہ پیچیدہ ہے۔ بوالہوس۔ رقیب جو ہوس کا غلام ہے عشق کا بندہ نہیں۔

[2] میں برہمن بنتا ہوں تو بت مجھے مُنہ نہیں لگانے۔ جب یہ حال ہے تو حور جنت کا وصال معلوم۔ چگل۔ ترکستان کا ایک حُسن خیز شہر۔

وہ شیخِ برق عناں خاک میں ملا دیوے
اگر ہو حسرتِ دنبالہ گردیِ محمل

چلا ہی جاتا ہوں میں گو چلا نہیں جاتا
غضب ہے شوق رسائی و دوریِ منزل

میں کیونکہ[۳] مطربۂ مہروش کو رام کروں
چلے نہ زہرہ پہ زنہار جادوے بابل

مثال دیتے ہیں روزِ فراق سے کیا دور
بلائیں[۴] ہوں شبِ یلدا میں چرخ سے نازل

مزہ[۵] ہے وصل کا ہجراں سے پیشتر۔ یعنے
گلِ خزاں زدہ کو کیا بہار سے حاصل

ہوں بیگناہ ولے خوں بہا معاف کیا
کہ وارثوں سے کہیں ملتفت نہو قاتل

خدا سے ڈر بُتِ بیدرد۔ ہے یہ کیا انصاف
کہ تو جفا سے نہو اور وفا سے ہوں میں خجل

جو سیکھے[۶] فتنہ گری رنجِ عشق سے یاجوج
نہو سکے کبھی سدِ سکندری حائل

یہ کیا غضب ہے کہ تمکو تو ربط غیر سے۔ اور
مجھے یہ حکم کہ زنہار تو کسی سے نہ مل

جلا پذیر ہو میرے غبارِ دل سے تو زنگ
فنائے آئینہ کے بعد بھی نہ ہو زائل

---

[۳] کیونکہ — کیونکر۔ یہ ایک بے سر و پا افسانہ کی طرف اشارہ ہے جس میں ہاروت ماروت دو فرشتوں کا جو بابل میں تھے ایک مطربہ (زہرہ) پر عاشق ہونا اور پھر اُس مطربہ کا آسمان پر ستارہ بن کر اُڑ جانا بیان کیا جاتا ہے۔

[۴] یہ نحوست اسلیے کہ شبِ یلدا کو روزِ فراق سے مثال دی جاتی ہے۔ شبِ یلدا = سال کی سب سے بڑی اور اندھیری رات۔

[۵] ۔ ہجر کے بعد اگر وصل میسر ہو تو بیسود پھول کو جب خزاں نصیب ہو چکی تو بہار سے کیا حاصل۔

[۶] اگر قوم یاجوج عشق سے فتنہ گری سیکھ لے تو سدِ سکندری بھی اُسکو نہ روک سکے۔

میں[7] اپنی کشتیِ طوفاں سیدہ سے خوش ہوں　　کہ بحرِ عشق میں کام نہنگ ہے ساحل
وصالِ غیر کے طعنوں سے جی جلا اُس کا　　کہاں وہ گرمیِ صحبت کہ خود ہوا ہیں خجل
نئی طرح سے میں کرتا ہوں اب غزلخوانی　　عدو بھی چاہیے اِس زمزمہ کے ہوں قائل

مطلع ثانی

دل اب کی بار ہوا ایسی بے جگہ مائل　　کہ جان کو بھی ٹھکانے لگا رکھے گا دل
فغاں کہ دلبرِ خود کام سے پڑا مجھے کام　　حصولِ کار ہے بیکاروسعیِ بے حاصل
وہ تند خو کہ اگر جور سے پشیماں ہو　　تو بہر عذر کرے نازہائے تاب گسل
وہ پُر فریب[8] کہ ہو پیشیں تغافلِ ناز　　ہمیشہ حالت عاشق سے گر رہے غافل
وہ سخت گیر کہ رہو سے نہ طاقتِ جنبش　　تو نیم جان غم عشق کو کہے کاہل
وہ بیوفا[9] کہ مُکر جائے جان شکستن تک　　کرے جو وعدہ روزِ جزا دمِ بسمل

[7] گویا عشق کے دریا میں لقمۂ نہنگ بنتا ساحل مقصود پر پہونچنا ہے۔ یا ساحل مقصود پر پہونچنا طعمہ نہنگ ہونے کے برابر ہے۔ بہرحال شعر میں محبت کی ایذا پسندی پر زور دیا گیا ہے۔

[8] معشوق کی ادائیں اسقدر عاشق فریب ہیں کہ اُدھر وہ تو غفلت کرتا ہے اور اِدھر دل کو تغافلِ ناز کا گمان ہوتا ہے۔ تغافل = جان بوجھ کر بے خبر بننا جو خود یک گونہ التفات نہانی کا پتہ دیتا ہے۔

[9] اُس کے وعدے اسقدر کم دیرپا ہیں کہ اگر اپنے عاشق سے اُس (عاشق) کی جانکنی کے وقت قیامت میں ملنے کا وعدہ بھی کر لیتا ہے تو دم توڑنے تک فوراً مُکر جاتا ہے۔

وہ شمعِ انجمنِ نازہا ے حوصلہ سوز جو سمجھے خواریٔ مشتاق رونقِ محفل
وہ جنگجو کہ اگر سہئے رشکِ دشمن بھی تو بیحیائی کے طعنے ہوں جان کے قاتل
وہ بے نیاز کہ لیلےٰ بھی گر رکاب میں ہو نہ پھر کے دیکھے کہ کون آئے ہے پسِ محمل
وہ بد شعار و طرحدار دلربا جس سے امیدِ وصل خطا۔ ترکِ آرزو مشکل
وہ شوخ بے سبب آزار و بیگنہ خونریز کہ جرمِ[۱] قاتلِ عثمان کا نہ ہو قائل
وہ نکتہ[۱۱] داں کہ تقیہ کو اصلِ دیں کہے تا دمِ شکایتِ عاشق نہ ہو جفا سے خجل
وہ دور بیں[۱۲] کہ خدا پر کرے بداثابت نہیں ہے غیر زبس اعتماد کے قابل
وہ کج ادا صنمِ خود پسند کافر کیش کہ جسکے زعم میں باطل حق اور حق باطل
وہ فتنہ گر بتِ حق نا شناس نا انصاف جو فرضِ عین گنے کینِ داورِ عادل
امامِ اہلِ یقیں شہر یارِ کشورِ عدل امیرِ لشکرِ دین و مبارزِ مقتل

نمبر ۱ حضرت عثمانؓ نے مدینہ منورہ میں اہلِ مصر کی بغاوت کے باعث ۳۵ھ میں شہادت پائی۔

۱۱ محبوب ایسا نکتہ داں ہے کہ جب عاشق ظلم کی شکایت کرتا ہے تو وہ بجائے شرمندہ ہونے کے تقیہ کا عذر پیش کر دیتا ہے یعنی جسے ستم سمجھتے ہو وہ در پردہ کرم ہے۔ اور جسے جفا کہتے ہو اصلاً وفا ہے گویا تقیہ پر بھی اسکا اعتقاد اسی مصلحت پر مبنی ہے تقیہ کسی غرض سے امرِ واقع کے خلاف اظہار کرنا۔

نمبر ۱۲ بدا۔ کوئی فیصلہ کر کے اُس سے رجوع کرنا۔ چونکہ غیر (رقیب) قابلِ اعتماد نہیں اور محبوب کو اُس پر اعتماد ہے اسلیے غیر کو معتمد ثابت کرنے کے لیے وہ پہلے خدا پر بدا ثابت کرتا ہے جس سے اُس کا مقصود یہ ہے کہ جب خدا با وجود ثبوتِ بدا قابلِ اعتماد ہے تو غیر پر کیوں نہ اعتبار کیا جائے۔

بلند پایہ عمرؓ۔ جسکے قصرِ رفعت کا — گدائے خاک نشیں شاہِ آسماں منزل
جو شمس شمسۂ [۱۳] قصر اُسکا ہو تو ہندسہ داں — کریں نہ مدخلِ ظل سے تمیز مخرجِ ظل
شہِ سریرِ خلافت مہِ سپہرِ کمال — محیطِ ابرِ نوال و سحابِ دریا دل
وفورِ بذل و کرم یوں پکارے کہتا ہے — کہاں ہے معن [۱۴] کریم اور حاتم باذل
یہ احتساب [۱۵] کی اُسنے نئی نکالی راہ — ہوا وفورِ سخاوت سے مانعِ سائل
حسابِ [۱۶] دفترِ احساں کا اُسکے مشکل و سہل — کہ بے شمار ہے گو ہے فقط مدِ فاضل
جو دیوے تلخیِ خصمِ لئیم سے تشبیہ — کوئی بلید [۱۷]۔ تو سقمونیا نہ ہو مسہل

---

۱۳ شمسہ = چھتری اور زریں قرص جو کلس میں لگی ہوتی ہے۔ اگر سورج کو ممدوح کے محل کے شمسہ ہونے کا شرف میسر ہو تو پھر سورج کی روشنی نصف النہار کی طرح ہر وقت یکساں رہے یعنی نور ہی نور ہو اور سایہ کا پتہ نہو۔ ظاہر ہے کہ اس صورت میں سایہ کے مدخل اور مخرج کا امتیاز نا ممکن ہوگا۔

۱۴ معن = عرب کا ایک مشہور سخی گذرا ہے۔ باذل سخی۔

۱۵۔ احتساب شریعت کی رو سے سوال (گداگری) جرم ہے۔ یعنی ممدوح نے احتساب کا یہ نیا طریقہ نکالا کہ لوگوں کو طلب سے پہلے بیشمار مال و زر عطا کیا۔ اب کسی کو سوال کی حاجت ہی نہ رہی۔

۱۶ حساب سہل تو یوں ہے کہ صرف ایک مد فاضل ہی شمار کرنی ہے اور مشکل یوں ہے کہ محض اسی ایک مد میں آپ نے اسقدر بخشش کی ہے کہ محاسب عاجز ہیں۔

۱۷۔ یہ اسلیے کہ ممدوح کے دشمن کے تلخی کے سامنے سقمونیا کی تلخی کوئی حقیقت نہیں رکھتی سقمونیا، ایک کڑوی دوا جو مسہل میں دی جاتی ہے۔ بلید = کند ذہن۔

رہے نہ بیمِ خسوف[18] اور نہ احتمالِ ہبوط — جو اُسکی رائے سے ہو مستضی مہِ کامل

معاندو۔ جو کہا خاتمِ رسالت نے — کہ میرے[19] بعد نبوت کے تھا عمرؓ قابل

ق

یہی خلافتِ راشد کی اُسکو بس ہے دلیل — یہی امامتِ برحق کی اُسکو بس ہے سجل

بڑھا[20] یہ پایۂ الہام رائے صائب سے — کہ مشورے پہ ہوئی اُسکے وحی بھی نازل

یقیں کہ راہنمائی ہے پیروی اُسکی — نہیں تو سایہ سے کیوں بھاگتا ہے دیوِ مضل[21]

مثالِ عدل میں نوشیرواں کو تجھ سے غلط — کہ بُت پرست کہاں فارقِ حق و باطل

رواجِ حُسنِ عمل تیرے دور میں یہ ہوا — کہ گفتگو[22] میں بھی مرفوع ہو گیا فاعل

یہ جوشِ خانۂ کفار کی خرابی کا — کہ خود گرائے کلیسا کو راہبِ خامل[23]

۱۸۔ خسوف = گہن۔ ہبوط = ضد شرف یعنی ستارہ کا اپنی جائے مقررہ سے پستی کی طرف آنا۔
مستضی = روشنی حاصل کرنے والا۔

۱۹۔ ترجمہ ہے حدیث شریف لَوْ کَانَ بَعْدِیْ نَبِیٌّ لَکَانَ عُمَرُ کا۔ سجل = فرمان۔

۲۰۔ مختلف امور میں ایسا ہوا کہ جو مشورہ عمر فاروقؓ نے سرورِ عالم کے حضور میں پیش کیا اُسی کے مطابق وحی الٰہی بھی نازل ہوئی۔

۲۱۔ مضل = گمراہ کرنے والا یعنی شیطان۔ اسمیں اشارہ ہے حدیث اِنَّ الشَّیْطَانَ یَفِرُّ مِنْ ظِلِّ عُمَرَ کی طرف

۲۲۔ آپ کے عہد میں حُسن عمل کی قدر یہاں تک ہے کہ اور تو اور گفتگو میں بھی فاعل مرفوع ہو گیا۔ مرفوع کے معنی ہیں صاحب رفعت و بلندی۔ نیز وہ لفظ جس پر رفع (پیش) ہو۔ عربی گرامر میں قاعدہ ہے کہ فاعل پر رفع ہوتا ہے۔ فاعل اور مرفوع میں ایہام ہے۔

۲۳۔ راہب خامل = درویش گوشہ نشین۔ راہب عیسائی درویشوں کے لیے استعمال ہوتا ہے۔

۲۴ ز رحم خرابی و تسخیر تیرا گوشۂ چشم — نگاہِ لطف و غضب سے مثلثِ عامل

۲۵ وداد و خشم ترا صوفیوں نے دیکھا ہے — جبھی تجددِ امثال کے ہوئے قائل

ترے زمانہ میں صد سالہ پیرِ فانی ہے — نہاد ترے ہیں جو امانِ فتنہ گر کا ہل

نہیں ہے جہان میں جانِ رستم و نریماں کی — ترے قتیلِ شجاعت سے جو ہوئے ناقل

یہ خوف ہے کہ اگر کیجیے ذکر خونریزی — عدو ہے منقبض الطبع کو ترے ہو سل

مثال دوں جو زرہ پوشی مخاصم ہے — ہزار پارہ ہو ہے صدمہ دانۂ فلفل

وہ آنچ تیغ میں تیری کہ کہتے ہیں دشمن — ابھی سے ہم تو جہنم میں ہو گئے داخل

۲۶ گرا دے جب تری تکبیر قلعۂ اصطخر — تو کیا عجب ہے کہ کلمہ پڑھیں تبارِ چگل

۲۴۔ مثلث = اہلِ عملیات کی اصطلاح میں اس تعویذ کو کہتے ہیں جس میں ۳ × ۳ خانے ہوں۔ یہ تعویذ بہت زود اثر مانا جاتا ہے۔ مطلب یہ ہے کہ آپ کا گوشۂ چشم دوستوں کو مطیع کرنے میں اور دشمنوں کو برباد کرنے میں عاملوں کے مثلث کا حکم رکھتا ہے۔

۲۵۔ تجددِ امثال سے مراد تصوف کی اصطلاح میں یہ ہے کہ انسان پر ہر آن فنا و بقا کی کیفیات طاری ہوتی رہتی ہیں اگرچہ باوجود ان گوناگوں تغیرات کے اصل حقیقت وجود باقی رہتی ہے۔ شاعر کا مقصد یہ ہے کہ اصل میں ممدوح کے کرم اور غضب کے کرشمے دیکھ کر صوفیوں کو فنا اور بقا کی تجلیات جلال و جمال کا قائل ہونا پڑا۔ وداد = دوستی۔

۲۶۔ اصطخر فارس کے ایک قلعہ و شہر کا نام ہے جو خلافتِ فاروقی میں فتح ہوا تھا۔ مشہور ہے کہ حضرت عمرؓ نے مدینۂ طیبہ میں بذریعہ کشف لشکرِ اسلام کی حالت معائنہ فرمائی اور تکبیر کہی جسکے اثر سے قلعہ کا ایک حصہ زمین پر آ رہا۔

شہا کسی نے نہ دی یاں مرے ہنر کی داد — کہ نکتہ فہم نہ تھا ایک سرورِ باذل
وہاں صلہ میں نعیمِ جناں کی ہے امید — اگر ہو لطف ترا میرے حال کے شامل
وحید[27] عصر ہوں میں عقلِ اولیں ہے گواہ — فریدِ دہر ہوں میں نغمۂ زماں ہے سجل
یہ ہی صلہ ہے یہی ممدوح مجکو زیبا تھا — یہی سخن یہی مداح تھا ترے قابل
یہ وہب[28] ہے کہ مناجاتِ کبریا جو کرے — تو انصتوا کہے ذاکر سے عابدِ شاغل
سنے جو شوقِ شبِ وصل مجھ سے ماہ لقا — کبھی[29] نہ گردشِ ایام ہو سکے فاصل
مری بیاض یہ وہ انتخاب کے قطعے — سپند[30] جس پہ ہوئے گردنِ بتاں کے تل
جہاں ہو ذکر مری دانش آفریں کا — سفیہ[31] ہو وہ جو بہلول کو کہے عاقل
اگر پڑے مرے پیکِ خیال کا سایہ — گرا دے شاہ سواروں کو رہ سے راجل[32]

٢٧- وحید = یگانہ - فرید = یکتا - عقلِ اولیں = حضرت جبرئیل جنکو عقلِ کل بھی کہتے ہیں - سجل = نامہ مہری مجازاً ثبوت -

٢٨- وہب = بخشش - مراد بخشش غیبی ہے - انصتوا = خاموش ہو جاؤ

٢٩- میرے بیان میں یہ اثر ہے کہ اگر معشوق مہ جمال شب وصل کا اشتیاق میری زبان سے سنے تو جدائی کا نام نہ لے اور گردش ایام میرے اور اسکے درمیان حائل نہ ہوسکے جب تک نگاہ مہ لقا حکایت شوق سنتا رہے شب وصل کا باقی رہنا ظاہر - یہاں مہ لقا کی لفظ سے خاص فائدہ لیا ہے -

٣٠- سپند = اسگند - جو نظر بد کے دفعیہ کے لیے جلایا جاتا ہے -

٣١- سفیہ = بیوقوف - بہلول ایک درویش کا نام ہے جو بہت عاقل تھے مگر پاگل بنے ہوئے رہتے تھے -

٣٢- راجل = پیادہ -

مرے کلام سے ہیں گونہ گونہ فائدہ مند | ادیب و نبض شناس و منجم و فاضل
یہ فیض[۳۳] دیکھ کہ اپنی خطا سے ہو آگاہ | گر اعتراض کرے کوئی حاسدِ جاہل
یہ معجزہ[۳۴] مرے سحرِ حلال کا - کہ ہے کفر | ہر ایک مذہب و ملت میں جادوئے بابل
زحل پرست[۳۵] جو میری عزیمتِ منظوم | پڑھے تو لخلخۂ مشک ہو دخانِ مُقل
اگر میں گریۂ مستانہ کا کروں مذکور | زمین ہو میکدہ بے ابرِ آذری[۳۶] ہو گِل
ہے فرق لفظِ جدید اور معنیٔ نو میں | کیونکہ چپ مرے آگے ہو فصیحِ وائل[۳۷]

۳۳ اگر مجھ پر کوئی حاسد جہالت سے اعتراض کرتا ہے تو خطا پر مطلع ہو کر آخر میں ذلیل ہوتا ہے مومن اسکو بھی اپنا فیض بتاتا ہے کہ معترض کے جہل کو علم سے بدل دیا۔

۳۴ سحرِ حلال = شعر جو باوجود جادو کا اثر رکھنے کے جائز ہے۔ ہر مذہب والے جادو کو کفر جانتے ہیں اور یہ اصل میں میرے کلام کا اعجاز ہے کہ الاشیاء تعرف باضدادھا حلال اور کفر کا تقابلہ واضح رہے۔

۳۵- اگر کوئی زحل پرست میرا نظم کیا ہوا منتر پڑھے تو گوگل کی دھونی مشک کی خوشبو بن جائے قاعدہ ہے کہ زحل کی تسخیر کے وقت گوگل کا بخور کرتے ہیں۔ عزیمت = منتر مقل = گوگل

۳۶- ابرِ آذری = وہ بارش جو پوس کے مہینے میں ہو۔ مہاوٹ

۳۷- فصیحِ وائل = عرب کا مشہور فصیح جس کا نام سحبان بن وائل ہے اُس میں یہ کمال تھا کہ سال بھر میں ایکمرتبہ بولتا تھا اور جو لفظ ایکبار بولتا پھر مکرر نہ کہتا۔ یعنی وہ الفاظ نئے بولتا تھا اور میں معانی نئے پیدا کرتا ہوں۔

کلام حد سے زیادہ سزا نہیں مومن ۔۔۔ مباد طعنۂ ملول مقال دے مُبطل [۳۸]

خموش تا بکجا لاف ہائے بے معنی ۔۔۔ خموش تا بکجا تُرّہاتِ لاطائل [۳۹]

دعا پہ ختم سخن کر کہ شور آمیں سے ۔۔۔ اُٹھا اُٹھائیں گے فردونکو عرش کے حامل

نصیبِ [۴۰] روزِ جزا جب کرے نزولِ جلال ۔۔۔ زمیں پہ چرخ سے تختِ شہنشۂ عادل

موافقوں کو بہشت و ترقیِ درجات ۔۔۔ مخالفوں کو جہنم کا طبقۂ اسفل

منقبت امیر المومنین سیدنا عثمان ذی النورین رضی اللہ عنہ

ہے یہی حسرتِ دیدار تو مرنا دشوار ۔۔۔ دم شماری کی مری عمر ہے تا روزِ شمار

بدگمانی نے دعا سے بھی رکھا محروم آہ ۔۔۔ راز دل غیر سے کس طرح میں کرتا اظہار

دور اتنے رہے محرومیِ قسمت ہے کہ ہم ۔۔۔ سمجھے ہندی صنموں کو بھی بتانِ فرخار [۱]

دیکھ اثنائیں ترے عشق میں ہو یا کہ ہوئے ۔۔۔ جلوہ گر مہرگیا [۲] دشت سے لے تا کہسار

۳۸ - مبطل = باطل کرنے والا کنایہ ہے مخالف سے -

۳۹ - ترہات لاطائل = بیہودہ بکواس -

۴۰ - اس جملہ میں تخت شہنشہ عادل فاعل اور نزول جلال مفعول اول اور نصیب مفعول دوم ہے

۱ - فرخار ترکستان کا ایک مشہور حسن خیز شہر ہے - یعنی ہم ہندی صنموں سے اتنی دور رہے کہ انکو معشوق فرخار سمجھے

۲ - مہرگیا = ایک قسم کی گھاس ہے جسکو ہندی میں لکھمنی کہتے ہیں - اسکی خاصیت یہ مشہور ہے کہ جو کوئی اسکو اپنے پاس رکھتا ہے محبوب خلائق ہو جاتا ہے -

بے سبب قتل سے آیا نظر انجام اپنا / سرمۂ دیدۂ دشمن ہے مری خاکِ مزار

دھوم ہے تابشِ خورشید قیامت کی مگر / مجھ سے اللہ نہ پوچھیگا عذابِ شبِ تار

درد سر میری شکایت سے نہیں یہ تم کو / بزم دشمن میں جو مے پی تھی سو اسکا ہی خمار

تاب بھی دیکھ کر اُس بت کی تجلی نہ رہی / میری قسمت میں نہ تھا ہائے خدا کا دیدار

پہنے تو غیر کے بھیجے ہوئے کنٹھے افسوس / دستِ گل خوردہ مرا ہو نہ گلے کا ترے ہار

خاک ڈالی ہے جو سر میں تو اُسی کوچہ کی / یوں میں دیوانہ ہوں پر کام میں اپنے ہشیار

حیف صد حیف اگر غیر کے دم میں آئے / میں یہی بات سمجھتا تھا کہ تم ہو عیار

سیر کو باغ میں وہ شاخِ گل آ جائے اگر / سرو و شمشاد سے قمری نہ کرے فرقِ چنار

۳ - مجھے بے سبب قتل ہوتے دیکھ کر رقیب کی آنکھیں کھل گئیں - اور اُس نے دیکھ لیا کہ میرا بھی ایک دن یہی انجام ہونے والا ہے - گویا میری خاک مزار اُسکی آنکھوں کا سرمہ بن گئی -

۴ - تابشِ خورشید قیامت کی بڑی دھوم ہے - ایسا معلوم ہوتا ہے کہ شاید خدا مجھ سے عذابِ شبِ تاریک ہجر نہ پوچھے گا ورنہ اس عذاب (تابشِ خورشید) سے کیا نتیجہ یعنی خورشید محشر کی دھوم جب ہی تک ہے کہ میں عذابِ شبِ تار بیان نہ کروں -

۵ - یعنے اگر اس امتحان میں پورا اُترتا تو شاید آخرت میں بھی دیدارِ الٰہی کی تاب لا سکتا - اُمید جو بہشتی ہے لاؤں کہاں سے

۶ - دستِ گل خوردہ = وہ ہاتھ جو داغ دیا گیا ہو -

۷ - اگر محبوب نازک بدن باغ میں سیر کو آ جائے تو اُسکے سامنے قمری سرو و شمشاد کو بھی ایسا ہی حقیر سمجھے جیسے چنار کو - قمری کا عشق سرو و شمشاد سے مشہور ہے -

ہم سے دشمن نے ترے راز کہے مستی میں ۔۔۔ ایسے کم ظرف کو دیتے نہیں جامِ سرشار

پرسشِ[5] گور کا اب ڈر ہے غلط فہمی سے ۔۔۔ ہائے جو دشمنِ جاں تھا اُسے جانا دلدار

بے وفا بوالہوس اور آپ ستمگر سچ ہے ۔۔۔ نہ تمھارا کوئی عاشق نہ ہمارا کوئی یار

کیا ترا تیر مرا تشنۂ خوں ہے ظالم ۔۔۔ واں سے آتا ہی کہیں باز دہانِ سوفار

حور کا ذکر ہوسناک سے کر اے واعظ ۔۔۔ مجھ کو اُس بت کے سوا اور سے کیا ہے سروکار

میرے[6] سینہ پہ قدم تو رہِ مست رکھو ظالم ۔۔۔ ہائے چبھ جائیں کہیں پا میں کہیں دل کے خار

کس کی دل گرمیِ بیجا نے جلایا جی کو ۔۔۔ دودِ خاکسترِ گلخن مری خاطر کا غبار

پہلوئے غم میں نہ جائے یہ خمار اے ساقی ۔۔۔ ہوں میں خمیازہ کشِ حسرتِ آغوشِ کنار

بات میری جو کسی طرح سمجھتا ہی نہیں ۔۔۔ وہم آتا ہے کہ ناصح کبھی نہ ہو عاشق زار

غیر کو بام پہ آ جلوہ دکھایا تم نے ۔۔۔ تو نہ سمجھا کہ پڑا ہے کوئی زیرِ دیوار

نورِ خورشید سے ہے جرمِ قمر کی تابش ۔۔۔ مے سے ہو کیوں نہ فزوں حسنِ رخِ ماہ عذار

بیمِ رسوائی اور اندیشۂ بدنامی سے ۔۔۔ کیا کروں کر نہ سکا حسرتِ دل کا اظہار

۵ - زندگی اس غلط فہمی میں بسر ہوئی - مرنے کے بعد پرسشِ گور کا خوف کھائے جاتا ہے - مردہ ہم فکرِ قیامت دارد ؛ آرمیدن چہ قدر دشوار است ۔

۶ - یہ مومن کا خصوصی انداز ہے کہ وہ اپنی خواہش کو اس طریقے سے بیان کرتا ہے کہ مخاطب اس میں اپنا فائدہ سمجھے - مثلاً یہاں سینہ پر قدم نہ رکھنے کی وجہ یہ بتاتا ہے کہ تمھارے پاؤں میں کانٹے نہ چبھ جائیں - ملاحظہ ہو - ہے دوستی تو جانبِ دشمن نہ دیکھنا - جادو بھرا ہوا ہے تمھاری نگاہ میں (مومن)

تجکو دکھلا دوں تماشا میں جنوں کا اپنے — آ رہے کوئی پری وش جو ترے قرب وجوار

دیکھتا ہے[۱۰] ترے ابرو کیطرف یوں مہِ عید — جسطرح سوئے ہلالِ رمضاں بادہ گسار

ننگ[۱۱] ہم صحبتی آخر مرے کام آئے گا — واں نکالینگے جہنم سے مجھے اہلِ دیار

شاد وشاد آئے عیادت کو دمِ آخر تم — ایسے بیدرد پہ کرتا ہے کوئی جان نثار

اور اک کھینچتے ہیں شعلہ فشاں نالۂ گرم — کیا کریں یوں ہی نکالینگے ذرا دل کا غبار

مطلع ثانی

نیکنامی نہ سہی مجھکو ہے تم سے سروکار — چھوڑ دوں آج وفا گر ہو وفا سے بیزار

آگیا لب پہ دم اور بات نہ پوچھی تم نے — بوسہ دینے کا اسی منہ سے کیا تھا اقرار

کس ادا سے مجھے کہتا ہے کہ حیراں ہو تم — چھیڑنے کو جو کہا میں نے اُسے گل رخسار

گر تمھیں صحبتِ اغیار سے پرہیز نہیں — ہم بھی کچھ چارۂ آزار کرینگے ناچار

سچ ہے مفلس کو نہیں عشق کی لذت [illegible] — زخمِ دل کے لیے پیدا [illegible] مشکِ تتار

وہ جلے محفلِ دشمن میں جو مہ شمع لقا — مجھکو چھیڑا نہ کرو تم سے کہا ہے سو بار

۱۰- یعنی مہِ عید تیرے ابرو کو خوف سے دیکھتا ہے۔

۱۱- اہلِ دیار تو میری صحبت سے تنگ و شرم آتی ہے۔ اگر یہی حال رہا تو اپنا مدعا حاصل ہے کیونکہ جہنم میں بھی وہ مجھے اپنے پاس سے نکال دینگے۔ یہ مومن کی ستم ظریفی دیکھیے کہ تمام اہلِ دیار کے مآل کو ایک امر طے شدہ قرار دیتا ہے۔

۱۲ پائے خم ہی تھی سزاوار ۔ زیبا نہوئی / محتسب کے سرِ ناپاک پہ اپنی دستار
۱۳ رنج کے بعد ملوں کیا ۔ کہ رہائی معلوم / ہاتھ آجائے جو صیاد کے رم کردہ شکار
فائدہ وصل ہوسناک سے؟ وہ بات کرو / جس سے ہر دم مجھے رنجش ہو نہ تم کو آزار
۱۴ کیا کہوں قصۂ طغیانیِ دریائے سرشک / دیکھ لو آئینۂ چرخ سے زنگار
۱۵ رشک وہ شے ہے کہ ہر اک ملک الموت مجھے / نظر آتا ہے فرشتہ ہی اگر ہوں اغیار
نقدِ جاں اپنی تجلی کی نہ کہنا قیمت / صبحِ محشر کہیں بن جائے نہ روزِ بازار
کیا ہو گر اُسکے ستم روزِ جزا بھی نہ کھلیں / میں نے واعظ سے سُنا ہے کہ خدا ہے ستار
دائم اُس جان کے دشمن سے جدا ہی رکھا / تھا سپہرِ ستم ایجاد کہاں کا مرا یار
بیمروت مری نظروں میں ہیں انداز ترے / آجکل کچھ نگہِ لطف ہے سوئے اغیار
آپ دیکھا نہ سُنا اور سے ۔ پر جھوٹ نہیں / تیری آنکھیں کہے دیتی ہیں نہ کرنا انکار

۱۲۔ اس شعر میں کمال شوخی و رندی سے کام لیا ہے۔ کہتا ہے کہ محتسب نے چھین کر میری دستار باندھ تو لی مگر اُسکے سر پہ بھی نہیں ۔ اصل میں اس دستار کے لیے موزوں جگہ پائے خم ہی ہے۔ پائے خم = خمِ شراب کے نیچے ۔ سر و پا کا مقابلہ ظاہر ہے۔

۱۳۔ اب اس رنجش کے بعد میں معشوق سے ملنا نہیں چاہتا کیونکہ اگر ایک بار کا چھوٹا شکار (مومن) دوبارہ صیاد (محبوب) کے ہاتھ لگ گیا تو پھر رہائی محال ہے۔

۱۴۔ میرے آنسوؤں کا دریا بڑھ کر آسمان تک پہونچ گیا تھا ۔ ثبوت یہ ہے کہ ابتک آئینہ چرخ زنگ آلود ہے اسی بنا پر آسمان کو اخضر یا سبز کہتے ہیں ۔ قاعدہ ہے کہ آئینہ پر پانی سے زنگ آجاتا ہے۔

۱۵۔ رقیب فرشتے (معصوم) ہی کیوں نہوں تاہم میرے رشک کا یہ عالم ہے کہ مجھے ہر ایک ملک الموت کیطرح قاتل نظر آتا ہے۔

١٦ اے صنم چاہیے مومن کی فراست سے حذر — کیا نہیں تو نے سُنا قصۂ غشاءِ ابرار
سو ہیں زیب دہِ صدرِ خلافت عثمانؓ — جسکی مسند کے حسد سے فلکِ اطلس خوار
لطف سے اُسکے زمیں غیرتِ باغِ فردوس — خُلق سے اُسکے زبانِ شکرِ دکانِ عطار
اُسکے احسانِ فراواں کا جو مذکور چلے — کم ہو مستعمل تقریر بجاے لبِ یار
قلزمِ جود کا وہ جوش - کہ پانی پانی — آ گئے خطہائے کفِ دست کے موجِ انہار

ق

١٧ آتشِ مہرِ حمل کو نہ بجھا دیوے کہیں — شعلۂ رشک سے جلتا ہے سحابِ آزار
١٨ بیرِ رومہ کی حکایت میں کہا رضواں نے — سلسبیل - اُسکے ہے دریاے سخاوت کا کنار
١٩ کرۂ آب ہو گر قطرۂ عثمانِ ہمم — صدفِ چرخ کرے شکوۂ طغیانِ بحار

١٦- حدیث میں حضرت عثمان کے حق میں آیا ہے اِتَّقُوْا فِرَاسَةَ الْمُؤْمِنِ فَاِنَّہٗ یَنْظُرُ بِنُوْرِ اللّٰہِ (مومن کی فراست ودانائی سے ڈرو کیونکہ وہ نورِ الٰہی کے ذریعہ سے دیکھتا ہے)

١٧- سورج موسم گرما میں برج حمل میں ہوتا ہے اسلیے مہرِ حمل کہا ہے - سحاب آزار چیت کے مہینے کا بادل - مہرِ حمل کی تابش کو فرو کرنا سحابِ آزار کا کام ہے لیکن ممدوح کے قلزمِ جود کے جوش سے آتشِ مہرِ حمل کے بجھ جانے کا اندیشہ ہے اس بنا پر سحاب آزار کو رشک پیدا ہوا۔

١٨- بیرِ رومہ مدینہ منورہ کا ایک کنواں ہے جو سیدنا حضرت عثمانؓ نے حضورِ سرورِ کائنات کے کہدیا سے خرید کر مسلمانوں کے لیے وقف کر دیا تھا - اور جنت کی بشارت کے مستحق ہوئے تھے ۔

١٩- اگر پانی کے کرہ کو آپ کے دریاے ہمت کے قطرہ کی برابری میسر ہو جائے تو اُسکا طوفان اسقدر ے کہ صدفِ چرخ بھی طغیانی کے شکوہ گذار ہو۔

دستِ یاقوت فشاں دھوئے لب جو وہ اگر[۲۰] | کوہِ سیلاں پہ ہنسے خاکِ قفائے گلزار
کرم اُسکا ہو اگر پایہ فزائے اعداد[۲۱] | ذرۂ عرش کو بھی صفر گنے حدِّ شمار
ذکرِ بخشش میں پڑے جھڑتے ہیں مُنہ سے موتی | مدح خواں کے لیے ہی یاں صلہ پیش از اشعار
اُسکے تمکیں سے اگر کوہ کو دیجے تشبیہ | ہے تعیّش[۲۲] شعلۂ جوالہ کو آجائے قرار
نظرِ لطف سے گر چارہ گرِ عاشق ہو | کرے حیرت سے بدل شرم کو چشمِ بیمار[۲۳]
اُسکے دروازہ کے سُکّان کا آرام تو دیکھ | ہو گیا[۲۴] دشمن بسمل کو تڑپنا دشوار
شرطِ ایمان ہے پیمانِ خلافت اُس کا | وہ مسلماں ہی کیا جسکو ہو اسمیں انکار

۲۰۔ باغ میں لبِ جو جس جگہ بیٹھ کر آپ اپنے یاقوت فشاں ہاتھ دھوئیں تو وہ زمین یاقوت خیز ہونے میں کوہ سیلاں سے بھی سبقت لے جائے۔ کوہ سیلاں یا شیلان ایک پہاڑ ہے جہاں سے یاقوت بکثرت نکلتا ہے۔

۲۱۔ اگر آپ کرم سے اعداد کی قدر و قیمت بڑھا دیں تو محاسب عرش کی بلندی کو بھی صفر شمار کرے۔ صفر = خالی یا ہیچ اور اصطلاح حساب میں معنی اُس کے معروف ہیں کہ اعداد کی قیمت دس گنی بڑھا دیتا ہے۔

۲۲۔ شعلہ جوالہ = گھومنے والا شعلہ جو تیھر سے نکلتا ہے۔ تمکین = وقار۔ بردباری۔

۲۳۔ چشم معشوق بجائے شرم کے حیرت میں مبتلا ہو جائے یعنی بیمار کے بدلے حیران کے نام سے موسوم ہو۔

۲۴۔ اُس امن و عافیت کے حریم میں ممدوح کے زخمی دشمن کو تڑپنا محال ہوگیا۔ اس میں نکتہ یہ ہے کہ اس صورت میں دشمن مجروح کی کرب و اذیت اور بڑھ جائے گی۔

ق

[۲۵] قصۂ بیعت رضواں میں اشارہ ہے یہی | ورنہ کوئی نہیں ہے دستِ رسولِ مختار

[۲۶] احتساب اُسکے سے گو محفلِ کفار بھی ہو | ذکرِ تحریمِ مزامیر کرے موسیقار

گل ہوا ہم سے پھر غنچہ کہ تھا صورتِ جام | دیکھ کر باغ میں مستانہ صبا کی رفتار

[۲۷] جب تلک فتویٰ برجیس نہو کیا مقدور | کہ کوئی کام کرے یہ فلکِ ناہموار

توڑ دیں سبحۂ زاہد کے لیے یوں ہندو | ہیں اسی واسطے گویا کہ پہنتے زنّار

[۲۸] کاٹ لے ہاتھ ہی پہلے وہ اگر دزد دغا | اپنے مرنے سے ذرا جان چرائیں کفار

اُسکی تلوار کے آہن کا گر آئینہ بنے | زرد تر چہرۂ عاشق سے ہو رنگِ رخِ یار

۲۵- بیعت رضوان سے وہ بیعت مراد ہے جسمیں رسول مقبولؐ (روحی فداہ) نے صحابۂ کرامؓ سے ایک درخت کے نیچے بیعت جہاد لی تھی - اور وہ اصحاب حسب وعدہ قرآن رضوان اور بخشش الٰہی کے مستحق ٹھہرے تھے - اس موقع پر حضورؐ نے حضرت عثمانؓ کی عدم موجودگی میں جو رسالت کے کام خاص سے مکۂ مکرمہ کو بھیجے گئے تھے اپنا ایک دست مبارک دوسرے پر رکھا اور فرمایا کہ یہ بیعت عثمان کی جانب سے ہے -

۲۶- آپ کے دورِ احتساب میں کفار کی مجلس میں بھی موسیقار مزامیر (باجے) کے حرام ہونے کا اعلان کرتا ہے - موسیقار ایک پرندہ ہے - کہا جاتا ہے کہ موسیقی اسی سے اخذ کی گئی ہے -

۲۷- فلک کج رو بھی آپ کے زمانہ میں برجیس (قاضی فلک) کے فتوے کے بغیر کوئی کام نہیں کرتا -

۲۸- واضح رہے کہ شریعتِ مقدسہ میں چوری کی سزا ہاتھ کاٹنا ہے - شعر میں جان چرانے کے الفاظ سے خاص فائدہ لیا ہے -

معنیِ روشن و مضمون بلند اور متین　　سامعیں کو ہے اگر مطلعِ نو پر اصرار

مطلع ثالث

اے شہ عرش سریر و مہ خورشید عذار　　درِ دولت پہ ترے انجم و افلاک نثار

توسنِ چرخ سے تشبیہ فرس کا ترے ننگ　　کلبِ[29] جبار سے نسبت سگِ در کو ترے عار

سائلوں کا ترے کوچے میں دمِ فیض ہجوم　　جیسے گلزار میں ہنگام سحر جوشِ ہزار

جل رہے ہیں پسِ مردن بھی نہیں کیوں گریاں　　تیرے حساد کے احوال پہ ہے شمعِ مزار

صرصرِ عاد سے غالب ہے کہ جنبش نہ کرے　　وہ ورق جس میں رقم ہوں ترے اوصافِ وقار

جا کے جنت میں بھی رہتی ہے تجرد کی ہوس　　ورنہ[30] مرغانِ[31] اولی اجنحہ کیوں ہوں طیار

بحرِ ارشاد و ہدایت سے تری ہو جاوے　　فیضیابِ نمِ تاثیر اگر ابرِ بہار

ق

موسمِ گل میں سیہ مست جواں تائب ہو　　روزِ باراں میں کہے پیرِ مغاں استغفار

دلِ[32] روشن نے ترے بسکہ کیا تھا حیراں　　صرفِ آئینہ ہوا خاطرِ حاسد کا غبار

۲۹- کلب جبار = ایک ستارہ کا نام ہے جس کی صورت کتے کی سی ہے۔

۳۰- نہیں = ورنہ

۳۱- مرغانِ اولی اجنحہ = بڑے بازوؤں والے پرند یعنی فرشتے۔ طیار = اُڑنے والے

۳۲- آپ کے دل روشن نے حاسد کو حیرت زدہ کر دیا گویا اس حیرت کی وجہ سے (نہ کہ صفا سے) اُسکا دل آئینہ ہو گیا اور اُسکے غبار خاطر میں یہ خاصیت پیدا ہو گئی کہ وہ اس آئینہ کے صیقل کا کام دیسکے یعنی دل حاسد کی حیرت کو اور ترقی دے۔ غبار خاطر کنایہ ہے کدورت اور کینہ سے روشن اور آئینہ اور حیران میں مراعاۃ النظیر ہے۔ قاعدہ ہے کہ گرد سے رگڑ کر آئینہ کو جلا دیتے ہیں۔

شکوۂ غمزۂ سفاک نہیں عاشق کو | اُٹھ گئی تیرے زمانہ میں یہ رسم آزار

آزنۂ بے صرفہ[۴۳] میں افلاک ہیں کیوں سرگرداں | کب ہوا ایسے شریروں کو ترے بزم میں بار

مقتبس[۴۴] ہیں مہ و خور رائے درخشاں سے تری | ہے منجم کو اسی واسطے کشفِ اسرار

راکبِ[۴۵] جزم ترا ناقۂ صالح تہِ ران | رائضِ عزم ترا دوشِ ملائک پہ سوار

گنبد کیا چرخ ترے حکم کے چوگاں کے لیے | لامکاں کیوں نہ ہو پھر تنگ بہت ہے مضمار[۴۶]

سنکر افسانۂ یوسف ترے ایام میں گرگ | غمِ تہمت میں ہوئے جلبش سے اپنی بیزار

سیل خود دوڑے ہے گل کے لیے لے کر پانی | کرے تعمیر مکاں کا جو ارادہ معمار

پایۂ[۴۷] عرش پہ ہو کیوں نہ غلافِ اطلسِ چرخ | پوششِ ساقِ نبی تیری حیا سے ہے ازار

۴۳- آزنۂ بے صرفہ = بیکار ہوس۔

۴۴- چاند اور سورج نے آپ کی روشن ضمیری سے فیض حاصل کیا ہے۔ اسوجہ سے اُن میں یہ خاصیت آ گئی کہ منجم کو اُن سے اسرار کائنات روشن ہوتے ہیں۔

۴۵- آپ کے ارادہ کی پختگی کو ایک راکب سے تشبیہ دی ہے جو حضرت صالح کے ناقہ پر سوار ہو۔ اور آپ کی ہمت کو ایسے چابک سوار (رائض) سے تمثیل دی ہے جو فرشتوں کے کاندھے پر بیٹھا ہو۔ حضرت صالح کو غیب سے ایک اونٹنی بطور معجزہ کے دیگئی تھی جسکے ہلاک کرنے پر کفار مورد عذاب ہوئے تھے۔ ۴۶- مضمار = گھوڑ دوڑ کا میدان۔

۴۷- ایک مرتبہ سرکار دو عالم تشریف رکھتے تھے اور ساق مبارک سے پیرہن سرک گیا تھا۔ متعدد صحابۂ کبار خدمت میں آئے اور آپ بدستور بیٹھے رہے۔ جب حضرت عثمان حاضر ہوئے تو حضور نے ساقِ اطہر پہ کپڑا ڈال لیا اور فرمایا کیا میں اُس سے شرم نہ کروں جس سے ملائک بھی شرماتے ہیں۔

صوفیوں[۳۸] نے ترے چہرے کا جو دیکھا عالم — ہوئے قائل کہ تجلّی کو نہیں ہے تکرار

خوف سے تیری عدالت کے لگا کر مِسّی — سُرخیِ لب کو چھپاتے ہیں بتانِ خونخوار

اوجِ[۳۹] لاہوت کا ہے طائرِ اندیشہ کو شوق — واں سے آتا ہے نظر جو تری رفعت کا حصار

اے شہِ پایہ فزا! مدح سرا گر تیرا — پستیِ بختِ نگوں سار سے ہو شکوہ گذار

ق

ہووے فریاد رسا سمع خراشِ تا رو پ — پُر ترحم۔ کہ ہے بے صرفہ۔ نہ آئے زنہار

طالعِ پست کی نسبت سے مرے۔ واروں چرخ — بختِ تیرہ سے مرے۔ روزِ مہ انور تار

روزِ[۴۰] باحور دن اور رات شبِ یلدا ہے — دونوں نقطوں پہ ہے یوں ہمسریِ لیل و نہار

میرے اقبال کا آجائے اگر دور قریب — تو ثوابت[۴۱] سے گراں رو ہو نجومِ سیّار

۳۸۔ صوفیوں کا عقیدہ ہے کہ تجلیاتِ الٰہی کی تکرار نہیں ہوتی۔ مطلب یہ ہے کہ ممدوح کے چہرۂ بے مثل کو (جو مظہرِ تجلیات ہے) دیکھ کر صوفیہ کو یقین ہو گیا کہ تجلی کو تکرار نہیں ورنہ آپ کے جمال کا مثل دنیا میں ہوتا۔

۳۹۔ لاہوت = عالمِ ذاتِ الٰہی۔ طائرِ خیال کو اوجِ لاہوت تک پہونچنے کا شوق ہے صرف اسلیے کہ وہاں پہونچکر آپ کی بلندیِ منزلت کا حصار کسیقدر نظر آتا ہے۔ یہ شاعر کا مبالغہ ہے کہ ممدوح کے حصارِ رفعت کو اوجِ لاہوت سے بھی بلند قرار دیا ہے۔

۴۰۔ روزِ باحور = ماہ تموز کے آٹھ روز جو نہایت گرم ہوتے ہیں۔ شبِ یلدا = سال کی سب سے بڑی اور تاریک رات۔ قاعدہ ہے کہ کبھی دن ہے کبھی ہے رات بڑی مگر میرے حق میں دونوں جانب آفت ہے یعنی جتنا دن سخت اُتنی ہی رات دشوار۔

۴۱۔ یعنی ثوابت سے بھی سیارے سُست چلنے لگیں مراد یہ ہے کہ وہ بھی ساکن ہو جائیں۔

[۴۲] ذروۂ اوج سے برجیس کو رجعت ہو جائے — ق — ثور میں زہرہ کرے سعد کے قران سے انکار
[۴۳] تا کہ ہو جائے ہر آزار کا مصدر اک ایک — سخت نحسین کو ہے دفعِ طبیعت پہ قرار
[۴۴] بندھے امید گر اک خوشۂ گندم کی مجھے — مہر تحویل سے ہو برجِ شرف کی بیزار
[۴۵] گر حصولِ زرِ مسکوک کی سمجھوں میں دلیل — ناخنِ شیر سے ہو سینۂ خورشید فگار
خون کے میرے ارادہ سے ہوا ذابح سعد [۴۶] — قتل پر میرے کمر باندھے ہے شکلِ جبار
[۴۷] زیست اپنی ہے تو تربیع و تقابل کے سوا — بھول جاوینگے منجم جو ہیں باقی انظار

۴۲- برجیس (سعد اکبر) کا شرف میں ہونا سعادت کی نشانی سمجھی جاتی ہے۔ اسیطرح برجِ ثور میں زہرہ (سعد اصغر) اور قمر کا اجتماع بھی مبارک سمجھا جاتا ہے۔ ذروہ = بلندی۔ رجعت واپسی۔

۴۳- نحسین = دو منحوس ستارے نحس اکبر (زحل) اور نحس اصغر (مریخ) یعنی نحسین نے آپسمیں قرار کر لیا ہے کہ میری طبعی ترقی کو روکیں۔ اسطرح دونوں میرے ستانے کی سازش میں باہمی تقسیمِ عمل کر چکے ہیں۔

۴۴- جب سورج برجِ حمل میں جو اسکے لیے درجۂ شرف ہے تحویل کرتا ہے تو گرمی کا زمانہ آتا ہے اور گیہوں پکتے ہیں۔

۴۵- اگر خورشید کو دیکھکر مجھے زرِ مسکوک (اشرفی) کے ملنے کی امید بندھے تو ناخنِ شیر (برجِ اسد) سینۂ خورشید کو زخمی کر ڈالے۔ اس شعر میں مومن نے اپنی تیرہ اختری پر زور دیا ہے۔

۴۶- سعد ذابح = قمر کی بائیسویں منزل جو صورۃً ذبح کرنیوالے سے مشابہ ہے۔ ذابح اور خون کی رعایت ظاہر ہے۔ شکلِ جبار = ستاروں کی ایک شکل ہے جو کمر باندھے ہوئے مسلح انسان سے مشابہت رکھتی ہے۔

۴۷- جب دو ستاروں کے درمیان بارہ بروج کا ربع یعنے تین برجوں کا فاصلہ ہو تو اسکو نظرِ تربیع کہتے ہیں اور جب چھ برجوں کا فاصلہ ہو تو اسکو تقابل کہتے ہیں یہ انظار (نظریں) عداوت و نحوست کا اثر رکھتے ہیں۔ شاعر کہتا ہے کہ اگر میں سلامت ہوں تو تربیع و تقابل کے سوا منجم باقی تمام انظار بھول جائیں گے۔

حور جنت کی بھی امید خلاشے رہی | شور محشر سے نہ ہونگے مرے طالع بیدار
نہ ہنر کی مرے پرسش نہ سخن کی مرے قدر | نہ گہر کی مرے ارزش نہ طلا کی معیار
کسقدر حکمت[۴۸] اشراق سے جی جلتا ہے | ہوگئے شعلۂ دوزخ مرے دل کے انوار
غم بیقدریِ ہیئت سے جگر چاک ہوا | خرق[۴۹] افلاک سمجھا تھا مین کتنا دشوار
کیا حساب اس لئے سیکھا تھا کہ گھر مین بیٹھے | کیجئے درہم و دینار کو داغون کے شمار
نہ ہوا بسکہ مریضون سے حصول تاریخ | کر دیا مجکو مری چارہ گری نے بیمار
دُرِ منثور مرے زینت صد صدر ہوے | لیک بزم امرا مین نہ ملا مجکو بار
موشگافی کی بہت شعر مین پر فائدہ کیا | ہے وہی دست تہی شانۂ زلف ادبار
نہ صلہ مدح کا پایا نہ غزل کا انعام | ہائے ناکامی[۵۰] یاقوت و لب لعل نگار
کف رنگین نے کیا خون خیال رنگین | دست دربار کی شاکی ہے زبان گفتار
اب تلک ہاتھ بھی خالی ہے بغل بھی خالی | کیا امید بر سیمین[۵۱] و زر دست افشار

۴۸ حکمت اشراق حکمائے قدیم کا وہ طریقہ جسمین تصفیہ قلب کے ذریعہ سے روشن ضمیری اور معرفت حاصل کیجاتی ہے ضد طریقہ مشائین

۴۹ خرق افلاک — آسمان مین شگاف ہونا جو بزعم اہل ہیئت محال ہے۔

۵۰ ناکامی — عدم حصول — یاقوت کو صلۂ مدح اور لب لعل معشوق کو انعام غزل قرار دیا ہے شعر مین لف و نشر مرتب ہے۔

۵۱ برسیمین — محبوب کی آغوش سیمین۔ زر دست افشار = خسرو پرویز کے پاس کچھ سونا تھا جو موم کی طرح ملائم تھا

واہ قسمت کہ نہ دے خوشۂ گل بھی گلچین — زمزمے مرغ گلستان کے سے کھینچون ہین زار

کیا قیامت ہے کہ اکدم نہ ٹھہرنے پاؤن — دون اگر خلد سے تشبیہ دکانِ خمار

دُرِ نایاب تو کیا خاک سے بھی منھ نہ بھرے — جسکے در پر ہین کرورن لولوئے شاہوار

مدح خوانی کا مرے جائزہ شاہی بھی نہین — وائے حرمان کہ ہین بے جائزہ ایسے اشعار

ہین ہنر سب سبب رنج جہانین کہ گیاہ — خاصیت[52] سے ہو سزاوارِ شکنجِ عصار

مومن اے ہرزہ درا نالہ و افغان سے حصول — ذکر کیا راہ پہ آئے فلکِ ناہنجار

بس بس آہنگ دعا سمجھی ممدوح کہ ہو — متصل عرش معلی سے نزولِ آثار

جب تلک گردش افلاک سے اصل ہیز — ایک کے دل کو قلق ایک کے دل کو ہے قرار

تیرے احباب رہین تکیہ زنِ مسندِ عیش — تیرے حُسّاد ہون آوارۂ دشت ادبار

---

۵۲ یعنے جیسے گھاس مین کوئی خاصیت ہوتی ہے اوسی کو روغن گر (عصار) شکنجہ مین ڈال کر دباتا ہے۔

منقبت امیر المومنین سیدنا علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ

کٹتی ہے میری تیغ زبان سے زبان تیغ
کیونکر سخن فروش[۱] ہون سوداگران تیغ

میرے نفس کی دیکھ کے معجز نمائیان
کیا دور ہے کہ دم نہ رہے درمیان تیغ

فردوسی ایک خار جنان بیان تھا
گلریز میرے دم سے ہوئی داستان تیغ

حسّاد سر سے پانوءن تلک عیب بین و جابین
جوہر اگر دکھاؤن مین اپنے بسان تیغ

میدان کشت و خون ہین مرا دست ہے سوار[۲]
جاوے عنان کشیدہ تو ہو ہمعنان تیغ

یہ دل خراشیان مرے اشعار شوخ کی
سینہ پہ منکرون کے ہین لاکھون نشان تیغ

ہرگز نہ کر سکے مرے خامہ سے سرکشی
پیدا اسیر نگون سے ہے عجز عیان تیغ

جس جا سے خطبہ خوان ہو مری تیزی زبان
وان جانے فرض سجدۂ منبر فسان[۳] تیغ

پابوس گر کرے مرے خامہ کا بند ہون
شیرینی سخن سے لب خوش بیان تیغ

خجلت سے آب تاب سخن کی ہے آب آب
کیونکر چھپے چھپائے سے شرم نہان تیغ

---

۱ سخن فروش = باتین بنانے والا- تیغ کے سوداگر تیغ کے وصف مین کیا باتین بنا سکتے ہین-

۲ دست ہے سوار = وہ ہاتھ جس کا مرکب قلم ہے-

۳ فسان = وہ پتھر جس پر دھار رکھی جاتی ہے- سجدۂ منبر = اوس منبر کو سجدہ کرنا جس پر تیری زبان خطبہ خوان ہو-

مت پوچھ مجھ سے خونِ عنادل کا ماجرا — ہر گل[4] زمین شعر یہ ہے آسمانِ تیغ

ہووے نہ میری محبت قاطع کے سامنے — سرگرم لاف و دعویِ برشِ زبانِ تیغ

کیسی شکستِ رونقِ بازار ہوگئی — ہے[5] تختہ بند دستِ قلم سے دکانِ تیغ

میری[6] بدیہہ سنجی کی جاہل کشی کو دیکھ — نظروں سے گر پڑا ستمِ ناگہانِ تیغ

اک بات میں تمام ہی یاں کار مدعی — کس کی بلا ہو بارکشِ امتنانِ تیغ

آہن گداز نالہ مرا دیکھکر نہ ہو — پیکاں[7] ضمانِ خنجر و خنجر ضمانِ تیغ

کیا تاب میرے حرف پہ انگشت رکھ سکے — ہر خط پہ نکتہ چین کو ہے وہم وگمانِ تیغ

گر شوقِ زخمِ عشق کی لذت بیاں کروں — ہرگز ہما نہ کھائے بجز استخوانِ تیغ

---

[4] جسطرح زمین پر آسمان ہے اسی طرح میری گل زمین شعر پر بھی آسمان ہے مگر وہ تیغ (زبان) کا آسمان ہے اس میں اپنی تیزیٔ زبان کی طرف اشارہ کیا ہے۔ گل اور تیغ کے ذکر کے بعد خون عنادل کی توجیہ واضح ہوجاتی ہے

[5] دکان کے تختہ بند ہونے سے کساد بازاری مراد ہے۔

[6] میری برجستہ گوئی دیکھکر جاہل ہلاک ہوئے جاتے ہیں اور اب اسکے سامنے تلوار کے ستم ناگہاں کی کوئی اصل نہیں رہی۔

[7] ضمان = جو چیز ضمانت میں دیجائے لوہا میرے نالۂ گرم کے سامنے ٹھہر نہیں سکتا اور پگھلا جاتا ہے۔ اسکا یہ نتیجہ ہوا کہ تیغ پگھل کر خنجر اور خنجر پگھل کر پیکان نہیں بن سکتا اگر میرے نالہ میں کامل آہن گدازی نہ ہوتا تو ایسا ممکن ہوتا۔

دل ہی مین[8] حسرت نفس خونچکان رہی / میرے معاندون پہ ستم ہے امان تیغ

پڑھتا ہون اور مطلع رنگین کہ سن جسے / سرگرم آفرین ہو لبِ خون چکان تیغ

مطلع ثانی

نہلا دیا عدو کو لہو مین بسانِ تیغ / میری زبان کے آگے چلے کیا زبان تیغ

پھر جوش آگیا دمِ خونناپہ ریز کو / پھر تیزی زبان پہ ہے قربان جانِ تیغ

صد فرزدہ[9] جراحتِ منکر حسود کو / کرتا ہون رزمگاہ مین مین امتحان تیغ

مومن کو آزروئے ثوابِ جہاد ہے / کفار کاش آکے سنین داستانِ تیغ

آئی ہے لب پہ مدحِ خداوندِ ذوالفقار / لیجاؤ منکرون کے لیئے ارمغانِ تیغ

شیرِ خدا علیؑ کہ شجاعت سے جسکی ہے / سر پنجۂ اسد پہ زنخ[10] زن بنانِ تیغ

غالب کہ سر چڑھائے سے اُسکے ہو فرض عین / تعظیم تیغ و تکرمتِ تیغ و شان تیغ

کیا دور اُسکے دست کرم کے اثر سے گر / یاقوت ریز ہو مژۂ خون فشان تیغ

اے ابر تند[11] بار ظفرِ خرمن عدو / ہے محو گرم پائی برقِ تپان تیغ

---

۸ میرے دشمنوں کو میرے دم تیغ کو خونچکان دیکھنے کی آرزو تھی- یہ اُنپر ایک گونہ ستم ہوا کہ مینے انکو امان دیدی

۹ جراحت منکر = سخت زخم-

۱۰ زنخ زن = مذاق بنانے والا- بنان = اُنگلی کی پور-

۱۱ ابر تند بار ظفر سے ذات مولا علی کرم اللہ وجہہ مراد ہے دشمن کا خرمن برق تیغ کی رفتار سے پامال ہوا جاتا ہے گرم پائی = تیز رفتاری - محو = مٹا ہوا

وہ آنچ تیری تیغ مین جل جائے مثلِ طور / گر تو صنم کدہ پہ کرے امتحانِ تیغ

سکتے[۱۲] ہین دیکھکر ترے دشمن ہلالِ عید / کھادے سوائے زخم کے کیا میہمانِ تیغ

جوہر ترے مخالفِ مجروح مین نہین / کوئی ہنر یہی کہ وہ ہے قدردانِ تیغ

حسرت[۱۳] ہی ہے ترے بوسۂ دستِ بلند کی / کسطرح چرخ پر نہ چڑھے کہکشانِ تیغ

دشمن کا ایک نیم اشارہ مین کام ہو / ابرو کا تیرے عکس پڑے گر میانِ تیغ

کوشش نے تیری حرف تعصب مٹا دیا / کیون[۱۴] بید خوان دیر نہ ہون باد خوانِ تیغ

تمکین[۱۵] سے تیری دیکھئے گر کوہ کو مثال / روئین تنون سے اُٹھے نہ بارِ گرانِ تیغ

آبِ حیات چارہ کرے یا دمِ مسیحؑ / ممکن نہین جئین ترے خون کردگانِ تیغ

---

۱۲ آپکے دشمن عید مین بھی خوش نہین ہو سکتے - کیونکہ وہ ہلال عید سے مہمان ہونے کا شگون لیتے ہین جنکی غذا زخم کے سوا کچھ نہین - ہلال کی مشابہت تیغ سے اظہر من الشمس ہے -

۱۳ تیغ کہکشان کی طرح آسمان پر اس لیے چڑھنا چاہتی ہے کہ آپکے دست بلند تک پہونچکر بوسہ کی عزت حاصل کر سکے یعنے آپکا دست مبارک آسمان سے بھی اونچا ہے -

۱۴ بید خوان = وید پڑھنے والے - یہان عام کفار مراد ہین - باد خوان = تعریف کرنے والے -

۱۵ آپکے تمکین (وقار) سے اگر پہاڑ کو مثال دیجائے تو اس نسبت سے تیغ اسقدر بھاری ہو کر کم ہوجائے کہ روئین تنون سے نہ اُٹھ سکے - ظاہر ہے کہ لوہا جس سے تیغ بنتی ہے پہاڑ وغیرہ سے نکلتا ہے -

منکر تری[16] امامت حق کے ہیں گرم جنگ	درکار ہے وضو کو جو آب روان تیغ
کیا سرکشی کی تاب کسی سخت کوش کو	جھکتا ہے تیرے آگے سر قہرمان[17] تیغ
تیرے عدو گر اپنا گلا آپ کاٹ لیں	کام آئے کوشش و کشش رائگان[18] تیغ
نسبت سے تیرے ہاتھ کی چشمک زنی[19] کرے	ابروے دلربا یہ خم جانستان تیغ
کیا بات تیرے[20] پنجۂ آہن فشار کی	ورد زبان ہے غلغلۂ الامان تیغ
سرخی ترے عدو کے لہو سے ہی جب کا	رنگین کس طرح سے نہ ہو داستان تیغ

۱۶ آپکی امامت برحق کے منکرون کو وضو کے لیے تیغ کے آب رواں کی ضرورت ہے اسی لیے ایک دوسرے سے لڑے مرتے ہیں کہ کون پہلے اس پانی تک پہونچے مقصود یہ ہے کہ حضور سے محاربہ کرنا موت کے پنجہ میں گرفتار رہنا ہے وضو کے لیے آب رواں یعنے ماء جاری کی تلاش خالی از لطف نہیں۔ تیغ کی آب مشہور محاورہ ہے۔

۱۷ سخت کوش۔ سخت جد وجہد کرنے والا۔ قہرمان = کارفرما حاکم تیغ کو قہرمان قرار دیا ہے۔

۱۸ رائگان اس لیے کہا کہ عدو اپنا گلا آپ کاٹ لیں۔ اور کام آنا اس وجہ سے لکھا کہ بہر حال مدعا تو حاصل ہے۔

۱۹ چشمک زنی۔ طعنہ زنی۔

۲۰ ممدوح کے پنجہ کی گرفت سے لوہا بھی دب جاتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ تلوار کی زبان پر شور الامان ہے۔

ظالم ہین تیرے دور مین نالان کہ وقت جنگ — بانگ شکستِ تیغ ہے شور و فغان تیغ
کوئی کرے نہ گرمیٔ روزِ نشور مین — بسمل ہے تیرے مہر گر سائبان تیغ
وہ دست زور مظہر سر پنجۂ خدا — وہ تیغ باعثِ شرف دودمان تیغ
[۲۱] لرزان تھے مثلِ بید ترے رعب سے جو ہاتھ — پھل باغیون کو کچھ نہ ملا جز زیان تیغ
[۲۲] پتھر کو بھی نہین ترے حملہ کی تاب ہے — یاقوتِ زرد شاہدِ بیم نہان تیغ
جراح کیا کہے ترے زخمی کا ماجرا — [۲۳] سوزن کی بھی زبان ہوئی ترجمان تیغ
یہ کہکشان نہین۔کہ رہا خوف سے جو دہیان — سو ٹہر گیا ہے دل پہ فلک کے نشان تیغ
پایہ ترے مریخِ شجاعت سے بڑھ گیا — کیونکر رہے نہ تارک سر پر زبان تیغ
ہر بار کیون نہو تری تلوار تیز تر — دشمن کی ہے قساوت قلبی فسان تیغ
[۲۴] سیف و قلم ہین دونون ستون کاخ دین کے — حیران ہون باب علم کہون یا جہان تیغ

[۲۱] یعنے تیغ بھی خوف سے گر کر ہاتھ سے جاتی رہی بید کی خاصیت یہ ہے کہ اوسمین پھل نہین آتا۔ شعر مین صنعت مراعاۃ النظیر ہے۔

[۲۲] پتھر بھی آپکے حملہ سے ڈرتا ہے۔ اور پہاڑ کے اندر یاقوت زرد کی زردی اسی خوف نہان کا ثبوت ہے۔

[۲۳] آپ کے زخمی دشمن کے حق مین بخیہ گر کی سوئی بھی تلوار کا حکم رکھتی ہے۔

[۲۴] اس مین تلمیح ہے حدیث پاک اَنَا مَدِیْنَۃُ الْعِلْمِ وَعَلِیٌّ بَابُہَا کیطرف یعنی مین علم کا شہر ہون اور علیؑ اُسکا دروازہ ہین۔جہان تیغ سومن کی خاص ترکیبون مین سے ہے۔

رنگین بیان ہو گر ترے غزوہ کے ذکر مین — پڑھنے لگے درود لب خونچکان تیغ

غازی بھی تو شہید بھی تو تیرے دم سے ہے[۲۵] — سرگرم جلوہ فصل بہار و خزان تیغ

زہرآب دین اگر ترے دولت کے وقت مین[۲۶] — عمر خضر ہو زندگی جاودان تیغ

گرم دعائے شاہ ہو مومن کہ کب سے ہے — آمین سرا زبان اجابت نشان تیغ

روز نبرد حادثہ ریز شکست و فتح — جب تک کہ ہے نشیب و فراز جہان تیغ

تاج ظفر ہو زیب دہ فرق دوستان — اعدا کا سر رہے تہ بار گران تیغ

منقبت امیر المومنین سیدنا حسن مجتبیٰ رضی اللہ عنہ

چاہنا خلق کو صہبا و صنم سے محروم — ایسی نیت پہ بہشت آپکو واعظ معلوم

محتسب نے خم مے چھین لیا یا قسمت — ایسے کم بخت کے ہاتھ آئے بہار معصوم

پاکدامن ہو تو بدگو کے نہ دم مین آنا — سنتے ہین[۱] لوط کے مہمان کو بھی افتائے سدوم

[۲۵] جناب مرتضویؓ کی شہادت رمضان سنہ ۴۰ھ مین بحالت نماز ایک خارجی کے ہاتھ سے واقع ہوئی۔

[۲۶] اس شعر مین حسن تعلیل ہو یہ واضح رہے کہ آب زہر مین بجھانے سے تلوار کا کاٹ اور زیادہ ہو جاتا ہے

[۱] حضرت لوط کے مہمان بھلا کہین سدوم کا فتویٰ سنا کرتے ہین۔ سدوم قوم لوط کا قاضی تھا جسنے انکے افعال شنیعہ کے جواز کا فتویٰ دیا تھا اور انکی بستی کا بھی نام ہو گیا تھا۔ فتویٰ دینا یہ قصہ قرآن مجید مین مذکور ہے حضرت لوط کے یہان فرشتے بصورت انسان آکر مہمان ہوئے تھے انکی ترغیب فرشتوں کی ایذا رسانی کا قصد کیا جب اللہ تعالیٰ نے ان نافرمانوں کو عذاب بھیجکر ہلاک کر دیا۔

ہم ہین اور عشق حقیقی - کہ بجز ذات خدا
نہین پایا کہین دنیا مین وفا کا مفہوم

ہائے[۱] لینے نہ دیا نام عدو غیرت نے
ورنہ کیا کیا مرے ویرانے مین تھی کثرت بوم

کہین ایسا نہ ہو وہ غیرت حور آجائے[۲]
ہے بہت میرے جنازے پہ فرشتون کا ہجوم

گاہ کہتا ہے جنون عشق کو گہ کفر و حرام
جہل کرنے کو پڑھے تھے مرے ناصح نے علوم

گرمی شوق شہادت ہوئی فولاد گداز
رہ گیا تشنۂ آب دم خنجر حلقوم

گر نہ ہو سکتی[۳] وصل صنم کی تعذیر
تو یقین آئے مجھے یہ - کہ جہان ہے موہوم

مصرعۂ زلف کبھی ہاتھ نہ آیا اپنے
نہ ہوا پر نہ ہوا حال پریشان منظوم

جوش وحشت ہے یہ ناصح نہ بچھا تار زنجیر
دیکھ دیوانہ نہ ہو - مین نہین پابند رسوم

نوجوان جب کوئی جاتا ہے جہان سے ناشاد
تازہ ہوتا ہے مجھے داغ امید مرحوم

کردیا[۴] خواہش بیداد نے احوال تباہ
تو تو ظالم نہین زنہار - یہ مین ہون مظلوم

۱ بوم کے متعلق عوام مین یہ خیال مشہور ہے کہ جب وہ کسی کا نام سنتا ہے تو اسکو بار بار دہراتا ہے یہانتک کہ وہ آدمی ہلاک ہوجاتا ہے۔

۲ یہ انتہائے رشک ہے کہ محبوب کا فرشتون کے سامنے آنا بھی گوارا نہین - اور فرشتے کہ رعایت ملحوظ رہے

۳ اگر دنیا وہمی ہے تو مجھے اپنے اعمال کی مادی سزائین کیون ملین - اس لیئے کہ جب دنیا موہوم ہے تو اسکے گناہ بھی کالعدم ہونے چاہئیں۔

۴ میری مظلومی [illegible] تو ظالم نہین کرتا۔

زلزلے آتے ہین جب سے مین تہِ خاک آیا — چین دیتے نہین ابتک بھی مجھے طالعِ شوم

چاہیے[6] صبر مقدر پہ دریغ اے واعظ — تو خدا کا نہین جیسا ہون مین لکا محکوم

طعنۂ وصلِ ہوسناک[7] پہ ہنس دیتے ہین — مگر الزام و ندامت نہین لازم ملزوم

تیری رفتار قیامت مری زاری طوفان — حسن وہ عشق یہ۔ کیونکر نہ پڑے خلق مین دھوم

پاکبازی کی طمع ہم سے گنہگارون سے — کیا ہوئے عشق مین اے زہرہ جبین دو معصوم[8]

نالۂ گرم نے دلبر کو بنایا دلدار — معجزِ عشق سے جان بخش ہوئی بادِ سموم

یان کی لاکھون خلشین وان کی ہزارون مکین بیز — ایک جان اُس پہ یہ ہنگامۂ آلام و غموم

کیا کہین آج ترے کوچہ سے گذری تھی نسیم — ویسے ہی تازہ ہین گلہاے مکرر مشموم[9]

محتسب آپ کے آنے سے ہوے دیر خراب — قصہ کعبہ کا نہ کیجے کا یمن قدوم[10]

اُچک اے صبح طرب کٹ نہین سکتی شبِ غم — جلد جائین مع اغیار جہنم مین بجوم

---

۶ واعظ کے مقدر مین خدا پرستی ہے اور شاعر کے نصیب مین ہوا پرستی۔ مگر شاعر اپنی تقدیر پر قانع ہے واعظ نہین

۷ ہوسناک = بوالہوس یا رقیب۔ مگر شاید دوسرا مصرع طنزاً کہا ہے۔

۸ معصوم سے مراد ہاروت ماروت ہین جو دو فرشتے تھے۔ اور جن کا عشق زہرہ کے ساتھ زبان زد عام ہے۔

۹ مکرر مشموم = دوبار کے سونگھے ہوے۔

۱۰ یمن قدوم = قدمون کی برکت۔ اسمین طنز ہے مراد یہ کہ اپنی بشر قدمی سے کعبہ کو بھی کہین ویران نہ کیجیے گا۔

مجھکو پامال کیا کیون نہ فزون ہو عزت	دود افغان سے ملی بیل فلک کو خرطوم[11]
گالیان دیکے زمانہ کو کرونگا تسخیر	ہین پسندِ فلکِ سفلہ صفاتِ مذموم
جب[12] ستایا مجھے اسنے وہی الفت ہی نئی	یہ غلط ہے کہ اعادہ نہین بہر معدوم
سبب[13] شادیِ دشمن تو بتادو پہلے	پوچھنا پھر یہ تجاہل سے تو کیون ہی مغموم
سبزہ[14] رنگی نے تری قتل کیا ہے ظالم	یاد آتا ہے مجھے حال امامِ مسموم
افضل الناس حسنؓ ابن علیؑ سبطِ نبیؐ	سید و سرور و مولا و مطاع و مخدوم
ابرِ بارندۂ دانش گہرِ فیضِ کمال	قلزمِ حسن عمل منبعِ دریائے علوم

11 خرطوم = سونڈ - یہان آہ کے دھوئین کو خرطوم بیل سے تشبیہ دی گئی ہے

12 فلاسفہ کا اعتقاد ہے کہ معدوم شے کا دوبارہ وجود مین آنا محال ہے مومن استدلال شاعرانہ سے اس نظریہ کو رد کرتا ہے اور کہتا ہے کہ جب کبھی محبوب نے مجھے چھیڑا گئی ہوئی محبت پھر عود کر آئی اس سے ثابت ہوا کہ معدوم کا اعادہ ممکن ہے۔

13 کیونکہ دشمن کا خوش ہونا ہی میری آزردگی کا باعث ہے۔ تجاہل جان بوجھکر انجان بننا۔

14 سبزہ رنگی = ملاحت حسن = مسموم = جسکو زہر دیا جائے - یہان سیدنا امام حسنؓ کی ذات اقدس مراد ہے جن کی شہادت جعدہ کے زہر دینے سے ۵۰ھ مین واقع ہوئی - اسکے اثر سے جسم مبارک سبز ہو گیا تھا۔

مظہرِ شانِ الٰہی ہے یہان تک کہ حکیم [15] — متزلزل ہو دمِ بحثِ وجوب اور لزوم
علم اعجاز اُسے معجزۂ علم اوسے — جس مین اندیشہ ہو عاجز وہ اُسکو معلوم
[16] فکرِ الزامِ حکیم و متکلم ہو اُوسے — تو مجسم نظر آجائین نقاطِ موہوم
[17] اثر ذکر سے ہو صاف دلی کے اُسکے — نقشِ مرآتِ ہوا عکسِ ضمیرِ مکتوم
سائلون کو جو وہ دیتا ہے طلب سے پہلے — فرطِ بخشش سے نہ مجمع رہے کوچہ مین نہ دھوم
[18] جود ہر بار فزون سے کفِ بیفاصلہ بخش — دشمن مایۂ معمول و کفاف مرسوم

۱۵ فلسفہ کی اصطلاح مین وجوب صفت ہے واجب الوجود (خدا) کی۔ اور لزوم صفت ہے ممکن الوجود (مخلوق) کی۔ مومن کا مقصود یہ ہے کہ ممدوح کی ذات صفات الٰہی کی ایسی کامل مظہر ہے کہ فلسفی کوئی رائے قائم نہین کرسکتا کہ آپکو کیا کہے۔ بقول عرفی تقدیر بہ یک ناقہ نشانید دو محمل۔

۱۶ اگر آپ فلاسفہ اور اہل مناظرہ کو قائل کرنا چاہین تو نقطہ جو حکمت کی اصطلاح مین فرضی مانا گیا ہے مجسم نظر آنے لگے۔

۱۷ آپ کا قلب مبارک اسقدر صاف ہے کہ اُسکے ذکر کی برکت سے دلون کے مخفی راز عکس کی طرح ہوا کے آئنہ مین پرتو فگن ہونے لگتے ہین۔

۱۸ مایۂ معمول و کفاف مرسوم = مقررہ معاش۔ یعنی ممدوح کی متواتر بخشش جسمین وقفہ نہین ہے۔ مقررہ معاش کی دشمن ہے گویا سائل کو اسقدر ملتا ہے کہ یہ نہین کہہ سکتے کہ اُسکا کوئی معینہ وظیفہ مقرر ہے۔

ہین مشابہ بہت اُس دستِ کرم کے حق سے
کیونکہ اصفار نہ ہون مرتبہ افزائے رقوم [19]

شبہ کیا عصمتِ لختِ جگرِ احمدؐ مین
جب مسلم ہو کہ معصوم ہے جزوِ معصوم

عہد مین اُو سکے جو گل زاریٔ بلبل پہ ہنسے
ہو نسیم سحری ہم اثرِ بادِ سموم

کہتین سنکر کو نہ انکار قیامت ہو زیاد [20]
عدل سے او سکے ہے آبادیٔ ہر کشور و بوم

نہ وہ خالق ہے مگر ہے اثرِ باعثِ خلق
نہ وہ رازق ہے۔ ولے قاسمِ رزقِ مقسوم

السلام اے روشن آموزِ طریقِ اسلام
السلام اے خضرِ جادۂ جنت ملزوم

وہ ترا پایہ ہے اے شاہِ جوانانِ بہشت [21]
کہ ہوئی حرمت پیری کی تمنا محروم

---

19 اصفار = جمع ہے صفر کی۔ جس کی وجہ سے اعداد کی قیمت دو چند ہو جاتی ہے۔ جیسا کہ اوپر مذکور ہوا۔

20 ممدوح کے عدل سے دنیا کی آبادی و رونق اسقدر بڑھ گئی ہے کہ مبادا منکرین قیامت اپنے انکار پر مصر ہون اور یہ سمجھین کہ اب دنیا کو زوال نہ ہوگا

21 پیری کو عموماً احترام کی نظر سے دیکھا جاتا ہے مگر چونکہ آپ جوانان بہشت کے بادشاہ ہین اس لیئے آپ سے یک گونہ نسبت پیدا کرنے کے لیئے اب لوگ بجاے پیری کے جوانی کی آرزو کرتے ہین سید اشباب اہل الجنتہ (سردار جوانان جنت) احادیث مین حضرات حسنین رضی اللہ تعالے عنہما کی شان مین فرمایا گیا ہے۔

گر کہے[۲۲] کوئی کہ بالفرض مماثل ہے ترا ۔۔۔ ذکر کیا پھر کوئی تقدیر کا سمجھے مفہوم

کیا ترے مرکب چالاک کی لکھی تھی ثنا ۔۔۔ لیک کاغذ پہ نہ ٹھہرے کلمات مرقوم

ق

یہ سکبرو کہ بیان تگ و دو مین اسکے ۔۔۔ منہ سے[۲۳] مفتوح نکلتے ہین حروف مضموم

ہے بجا دیکھے اگر تجکو سلیمان سے مثال ۔۔۔ کہ مسخر ہے پری اور ہوا ہے محکوم

تیری افواج کا میدان مین دم جنگ خروش ۔۔۔ بلبلون کا مہ آذار[۲۴] گلستان مین ہجوم

مدعی کو تری تلوار سے بچنے کی تھی فکر ۔۔۔ کر دیا تیغ گریبان نے دو پارہ حلقوم

تیرے اعدا کو سمجھ ہو تو کرین جان پہ رحم ۔۔۔ آدمی تو نہین یہ ہین جہول و ظلوم

بوسہ دے تیرے دم تیغ کو تو آجائے ۔۔۔ جس کو آتی نہ ہو تقطیع[۲۵] کلام منظوم

تیر باران سے ترے کیونکہ نہ بھاگین اعدا ۔۔۔ جانتے ہین کہ شُہُب[۲۶] بہر شیاطین ہین رجوم

---

۲۲ تقدیر = مقدر - اور فرض کر لینے کو بھی مقدر کہتے ہین - مرادیہ ہے کہ اگر کوئی شخص یہ کہے کہ بالفرض آپ کا مثل دنیا مین ہو سکتا ہے - تو اُسنے حقیقت مین تقدیر (لزم) کا مطلب ہی نہ سمجھا - کیونکہ فرض تو ممکن بات کی جاتی ہے نہ کہ محال - اور ممدوح کا مثل ٹھہرنا محال - بر تقدیر ثانی یہ معنی ہونگے کہ تقدیر نے آپکا مثل رکھا ہی نہین -

۲۳ عربی مین فتحہ (زبر) کی حرکت کسرہ اور ضمہ (زیر او رپیش) دونون سے ہلکی مانی گئی ہے -

۲۴ مہ آذار = ایک رومی مہینے کا نام ہے جو چیت سے مطابق ہے -

۲۵ تقطیع - ٹکڑے ٹکڑے کرنا اور علم عروض کی اصطلاح مین شعر کو بحر کے وزن سے مطابق کرنا - اس لفظ مین ایہام ہے -

۲۶ شہب جمع ہے شہاب کی وہ ستارہ جو آسمان سے شیاطین کے سنگسار کرنیکے لیے چھوٹتا ہے - رجوم = سنگسار کرنے والا

آج کہدے ترے قاتل کی سزا اور حشر — تو عجب کیا ہے کہ جاتی رہے تاثیرِ سموم[۲۷]

مرد[۲۸] غیب پہ کی لشکرِ مغلوب سے صلح — کہ مسلمان نہ ہوں معتقدِ طالعِ شوم

نہ مقابل ہو ترے قصد کے عزمِ افلاک — نہ برابر ہوں ترے حکم کے احکامِ نجوم

ہو دل آزردہ کوئی گر ترے دشمن کے سوا — طبعِ نحسین[۲۹] سے جاتی رہے تاثیرِ غموم

جبد شناہا نہ یہی ہے۔ تری کوشش سے ہوئی — خانقاہِ فقرا بارگہِ قیصرِ روم

امنیت[۳۰] ایسی ہوئی دورِ حراست میں ترے — ڈھونڈھتی پھرتی ہے تاثیرِ فغانِ مظلوم

۲۷ سموم۔ جمع سم کی = زہر مراد یہ ہے کہ اگر آپ کے قاتل کی سزا پہلے سے بتا دی جائے تو سم قاتل جس سے آپ کی شہادت واقع ہوئی ہیبت کی وجہ سے اپنی خاصیت کھو بیٹھے۔

۲۸ سیدنا امام حسنؓ ۴۱ھ میں بنی امیہ سے صلح کرکے خلافت سے دست بردار ہوگئے۔ مومن کی مراد یہ ہے کہ آپ کے مخالفوں کے طالع میں نحوست ہے۔ اگر آپ اُن سے لڑتے تو وہ ضرور ہارتے اسطرح سے مسلمانوں کو اُنکی نحوست کا یقین اور وثوق ہوجاتا۔ مگر چونکہ نحوست اور سعادت کا اعتقاد شرعاً ممنوع ہے اس لیے حضرت نے عامۂ مسلمین کو اس بد اعتقادی سے بچانے کے لیے لشکر مغلوب سے صلح کر لی۔

۲۹ دو نحس ستارے یعنے زحل اور مریخ۔

۳۰ کہتا ہے اسکے کہ فغان طالبِ اثر ہو آپ کے دورِ امن میں اثرِ فغان کا متلاشی ہے کیونکہ کوئی مظلوم ہی نہیں ہے جو نالہ و فغان کرے۔

ہین مخاصم ترے بدبخت پہ کم بخت نہین — یعنے کثرت سے ہے قسمت مین حمیم[۳۱] اور زقوم
مرحبا ابن علیؓ کی چلی آتی ہے صدا — اب تلک روضۂ رضوان سے - زہے فیض قدوم
دعوتِ عام تری سب کو بنا دیوے خاص — گو قضا[۳۲] کو نہ ہو پاسِ صفتِ قسمِ عموم
ختم اللہ[۳۳] کا مورد ہے زبس قلبِ سیاہ — تیرے دشمن کو ہے خونابہ رحیقِ مختوم
دوستون کو نہین ڈر وسوسۂ شیطان کا — ہین جو دشمن متصدی شعار مذموم
جام مے گر کوئی پی جائے تری نہی کے بعد — زہر کھاوے پئے درمانِ خراشِ ملعوم[۳۴]
ترے ایام مین باقی نہ رہا بسکہ فساد — چشمۂ خضر ہین انہار عروق[۳۵] مجذوم
بدیِ خلق سے افزون تھی نکوئی تری — کر دی انصاف الٰہی نے یہ امت مرحوم

۳۱ حمیم = گرم پانی - زقوم = تھوہڑ کا درخت یہ دونون اہل دوزخ کی غذا ہین - اس شعر مین بدبخت اور کم بخت کا فرق ملحوظ رہے -

۳۲ = اگرچہ تقدیر کی بانٹ یکسان ہو - قضا = تقدیر -

۳۳ خَتَمَ اللّٰہُ عَلٰی قُلُوبِہِم (خدا نے اونکے دلوںپر مہر لگادی) رحیق مختوم = سربمہر شراب جو جنت کی نعمتون مین سے ہے -

۳۴ = ملعوم = گلا -

۳۵ - جذامی کی رگین جن مین فساد خون پیدا ہوگیا تھا - آپکے عہد مین چشمۂ خضر کا حکم رکھتی ہین - چشمہ کے لیے انہار کا لفظ مستعمل ہوا ہے - اور عروق (رگ) کو انہار سے تشبیہ دی گئی ہے -

گر کہے[۳۶] یرحمک اللہ ترا خصم لئیم	عطسہ زن پھر نہ ہو زنہار دماغ مزکوم
تا سحر[۳۷] شامِ عبادت تری شب بیداری	شارحِ آیتِ کرسی کی پس حی القیوم
مونسِ آہنگِ دعا ختمِ سخن کا ہے یہ وقت	آپ تو آپ ہیں دانائے قوانین و رسوم
جب[۳۸] تلک ذلت و عزت طرب و غم سے ہو خلق	گوشہ گیر انجمن افروز سمین و سعد و شوم
تیرے احباب مطاع اور توابع رہیں شاد	تیرے حسّاد خراب اور ترے اعدا مغموم

۳۶ مزکوم یہ جسکو زکام ہو۔ آداب شریعت میں یہ ہے کہ جسکو چھینک (عطسہ) آئے وہ الحمد للہ کہے اور سننے والا جواب میں یرحمک اللہ (خدا تم پر رحمت کرے) کہے جس پر شخص اول پھر یہدیکم اللہ (خدا تم کو ہدایت دے) کہے شعر کا مطلب یہ ہے کہ اگر کسی شخص مزکوم کے چھینک لینے پر آپ کا دشمن یرحمک اللہ کا کلمہ زبان سے نکالے تو اوسکی نحوست کے اثر سے پھر کبھی کسی کا دماغ عطسہ زن نہو۔ یہ واضح رہے کہ طب میں عطسہ باعث تفریح دماغ مانا گیا ہے۔ یہ بھی نکتہ ہے کہ ممدوح کے دشمن کے نصیب میں ہدایت ہے ہی نہیں۔

۳۷ آیۃ الکرسی میں اَلْحَیُّ الْقَیُّوْمُ کے بعد لَا تَاْخُذُہٗ سِنَۃٌ وَّ لَا نَوْمٌ آیا ہے جسکے معنی یہ ہیں کہ اللہ تعالے پر (جو حی و قیوم ہے) نہ اونگھ طاری ہوتی ہے نہ نیند۔ شعر کا مفہوم یہ ہے کہ شام عبادت میں صبح تک ممدوح کی شب بیداری (احیاء شب) دراصل مذکورہ بالا عبارت قرآنی کی عملی تفسیر ہے۔

۳۸ ان دونوں مصرعوں میں لف و نشر مرتب ہے۔ سمین بمعنی فربہ۔

قصیدہ بمدح وزیر الدولہ امیر الملک نواب محمد وزیر خان نصرت جنگ والی ریاست ٹونک

یادِ ایّامِ عشرتِ فانی ‏ ‏ ‏ نہ وہ ہم ہین نہ وہ تن آسانی
جائین وحشت مین سوئے صحرا کیون ‏ ‏ ‏ کم نہین اپنے گھر کی ویرانی
خاک مین رشکِ آسمان سے ملی ‏ ‏ ‏ ہائے کیسی بلند ایوانی
کر دیا گردش سپہر نے حیف ‏ ‏ ‏ برج خاکی مسیرِ کیوانی[1]
ایسی وحشت سرا مین آئے کون ‏ ‏ ‏ بے دری[2] کر رہی ہے دربانی
نکتہ سنجون سے جی مین ہے پوچھون ‏ ‏ ‏ کہ مین شہری ہون یا بیابانی
کیا ہوئی وہ بلندیٔ دیوار ‏ ‏ ‏ کیا ہوئے وہ عماد طولانی
جائے گل ہین چمن مین ریزۂ سنگ ‏ ‏ ‏ کاہ کرتی ہے نازِ ریحانی
اُٹ گئے حوض و نہر۔ غیر از چشم ‏ ‏ ‏ ایک قطرہ کہین نہین پانی
نہ ملا کچھ نشانِ آبِ روان ‏ ‏ ‏ خاک سارے جہان مین چھانی
سقفِ رنگین و زرنگار کہان ‏ ‏ ‏ جز سپہر و نجوم نورانی
شورِ زاغ و زغن ہے سمع خراش ‏ ‏ ‏ اب کہان بلبل و غزل خوانی

---

[1] مسیر کیوانی ۔ وہ جگہ جو کیوان جیسے بلند ستارے کی سیر گاہ ہو۔

[2] میرے مکان مین دروازہ کا نہ ہونا دربان کا کام دے رہا ہے یعنے کسی کو اندر آنے کی ہمت نہین پڑتی۔

نظر آتی نہین وہ تصویرین — نقش دیوار کیون نہ ہو مانی
صرف دلق گدا ہوئے پردے — زینت افزائے کاخ سلطانی
آپ کا شانہ فرش خاک ہوا — کیسے غالیچہائے کاشانی
یا ظروف[۳] وسماط سے مجھے تھا — دعوئ قیصری وخاقانی
یا نہین ہے مرقع وکشکول — تا کرون تازہ رسم ساسانی
مسند گوہرین کا دھیان آیا — پوچھتے کیا ہو وجہ گریانی
بالش سنگ وخواب۔ واویلا! — بار خاطر ہوئی گران جانی
ہم ہین اور حسرت مئے گلگون — خون پلاتا ہے قہر یزدانی
زہر ملتا نہین کہ پی جاؤن — اب کہان وہ شراب ریحانی
شور مستی[۴] دعائے نوح نہ تھا — کشتی مے ہوئی جو طوفانی
وہ گزک کیسی وہ کباب کہان — نقل مجلس ہے دل کی بریانی

[۳] ظروف جمع ہے ظرف کی = برتن ۔ سماط = دسترخوان ۔ مرقع گدڑی کشکول = کاسۂ گدائی = ساسان = فقیر اور فرزند بہمن (بادشاہ ایران) کا نام ہے جس نے فقیری اختیار کر لی تھی ۔

[۴] دعائے نوح سے مراد حضرت نوحؑ کی بد دعا ہے (رب لا تذر الآیہ) جسکے اثر سے اللہ تعالیٰ نے کفار کو طوفان مین غرق کر دیا تھا۔ کشتی مے کا طوفانی ہونا سامان عیش کے برباد ہونے سے کنایہ ہے۔ شور۔ کشتی۔ طوفان وغیرہ مین مراعاۃ النظیر ہے۔

یا یہان پرنیان و اطلس سے | جلوہ گر تھی سپہر سامانی
یا یہ احوال ہے کہ چاک ہوا | تنگیون سے لباسِ عریانی
قطعہ
کیا کہون اپنی گردشِ ایام | صبح نوروز ہے شبستانی [۱]
اس چمن زار کو خزان تھی ضرور | مین نے کیا تہ کی بات پہچانی
قطعہ
کر دیا خالقِ دو عالم نے | امتیازِ ریاضِ رضوانی
ہائے وہ رقصِ خوش قدان جنکی [۲] | شکل اندازِ سرو بستانی
ہائے وہ زمزمہ سرا جن کی [۳] | سحرِ ہاروت زہرہ الحانی
ہائے وہ سازو برگ عیش و نشاط | قوت افزاے روحِ انسانی
تیر باران فاقہ نے مارا | پک چکی تھی کلاہ بارانی
پنبۂ داغِ دل کو حیران ہون | نہ رہا خرقۂ زمستانی
ایک دن یون ہجوم یاران تھا | جیسے اب مجمعِ پریشانی

۱ شبستان سے مراد تاریک ہے۔ صبح نوروز = روز اول ماہ فروردین جب کہ آفتاب برج حمل مین جاتا ہے۔

۲ یہان پر صرف بندش شعر کی توضیح کافی ہے۔ ہاے اُن خوش قدون کا رقص کیا ہوا جنکی شکل سرو بستانی کی طرح تھی۔

۳ اور وہ زمزمہ سرا (مطرب) کہان گئے جن کی زہرہ الحانی (خوش آوازی) سحر ہاروت کا حکم رکھتی تھی۔

کس[۸] سر پر غرور کو دی ہے	تنگیٔ غم نے چینِ پیشانی
مجھے دونون جہان سے کھویا	کیا کہون ظلم چرخِ دورانی
یعنے اس حال پر فزون تر ہین	آرزو ہاے نفسِ شیطانی
حسرت[۹] لعل سیمتن مین ہوئے	گوہرِ اشکِ چشم مرجانی
اسے[۱۰] فلک دل کو داغ کرتی ہے	زرِ خورشید کی درخشانی
بے زری سے مری تجھے حاصل	کچھ نہ ہوگا بجز پشیمانی
طالع[۱۱] ہر بدیع سنج مین ہے	کیا ضرورت ہبوطِ میزانی
جان مومن پہ گونہ گونہ ستم	کافرا اتنی بھی نامسلمانی

۸ آہ کیسے مغرور سر کو تنگی غم کے ہاتھون چین پیشانی (ماتھے کی شکن) نصیب ہوئی ہے۔ سر پر غرور سے مومن نے اپنی ذات کی طرف اشارہ کیا ہے۔

۹ معشوق کے لب لعل کی حسرت مین آنکھون سے جو آنسوؤن کے موتی نکلتے ہین وہ خون آلودہ ہونیکی وجہ سے مونگے کے مانند سرخ ہین۔ لعل۔ سیم۔ گوہر۔ مرجان کی مناسبت ملحوظ رہے۔

۱۰ ۔ زر خورشید کی چمک دیکھکر دل جلتا ہے اور اپنی بے زری یاد آتی ہے۔ زر کی تشبیہ خورشید سے مومن کے کلام مین عام ہے۔

۱۱ ۔ یہ کیا ضرور ہے کہ نکتہ رس شعرا ہی کی قسمت مین ہمیشہ پستی رہے۔ ہبوط کسی ستارہ کا پستی کی طرف مائل ہونا۔ آفتاب جب برج میزان مین جاتا ہے تو اسکو ہبوط ہوتا ہے۔ بدیع سنجی کے ساتھ میزان کی رعایت واضح ہے۔

تا کجا اے یزید شمر خصال — فتنہ ہائے فریب مروانی [12]
اُس سے کاوش نہ کیجیے نہ ہو ظالم — آپ اپنا تو دشمن جانی
تجھے معلوم ہے کہ ہے وہ کون — کھول دون مین یہ رازِ پنہانی
مدح خوانِ شہ [illegible] لقب — ختم جس پر ہوئی سخندانی
پایہ سنجِ کمالِ اہل کمال [13] — فارقِ قلزمی و عمّانی
کیا کہون اُسکے دستِ ہمت کی — مین گہرباری و دُرافشانی
ق
ہر گدا کی ہے زینتِ کشکول — رشکِ ترصیعِ تاجِ سلطانی
اُسکے [14] احسان سے غرّۂ شوال — اہل تقوے کو سلخ شعبانی
کہین نیرنگیٔ زمان سے فزون — خوانِ نعمت کی اُسکے الوانی
مور کو وہ جواد دے ڈالے — شوکت و حشمتِ سلیمانی
کردے سارے جہان کو سیراب — بحرِ ہمت کی اُسکے طغیانی

[12] مروان بن حکم بنی امیہ کا ایک مشہور بادشاہ گذرا ہے جسکی فتنہ پردازیان ملت اسلام کے ابتدائی نزاعات کی باعث ہوئین

[13] اہل کمال کے کمال کا اندازہ کرنے والا - اور قلزم و عمان کے موتیون مین فرق سمجھنے والا -

[14] غرہ = ہر ماہ کا پہلا دن - سلخ ہر ماہ کا آخری دن جس مین رویت ہلال ہو - مطلب یہ ہے کہ ممدوح کا احسان اور بخشش اسقدر ہے کہ پرہیزگارون کے حق مین بھی رمضان کی چاندرات روزِ عید بن گئی ہے -

بخشش بے شمار سے مشکل — ہے دبیرِ فلک کو دیوانی
اُسکے خوانِ نوال سے یہ مثل[۱۵] — آز اشعث کی کند دندانی
اُس کے عہد کرم کی نسبت سے — بڑھ گئی عمر عالمِ فانی
بے سخاوت اُسے قرار کہان — کہ ہے عادت طبیعتِ ثانی
اُس کے ہے روزگار مین یکسان — ابر کو بہمنی[۱۶] و نیسانی
دوری اپنی نہین ہے مانع فیض — مہر کو کیا حجاب ظلمانی
گرگ نے دور عدل مین اُسکے — سیکھ لی راہ و رسمِ چوپانی
آشیانِ عقاب و شاہین مین — روز کنجشک کی ہے مہمانی
حملہ شیر گیر سے اُس کے — نعرہ زن ضیغمِ نیستانی
اُس کے ایک ایک لشکری کا تنگ — زہرہ سامی و نریمانی
خنجر جان شگاف مین اُس کے — ابر دے یار کی سی بُرّانی
[۱۷]افعیِ رُمح دیکھ لے اوس کا — تو عصا بھول جائے ثعبانی

۱۵- اشعث ایک مشہور حریص کا نام ہے- ممدوح کے خوان بخشش پر (مثلاً) اشعث جیسے مرد حریص کی طماعی بھی جاتی رہتی ہے- ۱۶- بہمن = ایک فارسی مہینہ جو پھاگن کے مطابق ہے- نیسان ایک رومی مہینہ جسمین بارش ہوتی ہے-

۱۷- افعی رمح = نیزہ جو سانپ کی شکل ہو- ثعبانی (ثعبان + یائے مصدری) = اژدہا ہوجانا عصا آزاد حضرت موسیٰ کی لکڑی ہی جو فرعون کے مقابلہ مین اژدہا بنجاتی تھی اور انکے سحر کو باطل کردیتی تھی-

گرز[۱۸] سے اُسکے بارِ گردن ہے | مغفرِ مدعی کی سندانی
اُس[۱۹] نے شمشیر جب علم کی ہے | گاوِ گردون ہوئی ہے قربانی
موج دریائے خون سے روزِ مصاف | ہوئے کشتی زمین کی طوفانی
ہین مخاصم بھی سخت شکر گذار | عمر جو کٹ گئی بآسانی
تیرِ خارا[۲۰] شگاف سے اوس کے | لعل جو ہے سو لعل پیکانی
زیرِ ران اوسکے توسنِ چالاک | رشکِ اسپِ سپہرِ گردانی
شوخیِ یار کی سی چالاکی | نگہِ شوق کی سی جولانی
دمِ گلگشت وہ سبک رفتن | اہتزازِ[۲۱] نسیمِ بستانی
روزِ جنگ اُسکے ہیں جولان مین | صرصرِ عاد[۲۲] کی سی طغیانی

۱۸ سندان = اہرن جسپر لوہار۔ لوہا رکھکر کوٹتے ہین۔ شعر کا مطلب یہ ہے کہ ممدوح کے گرز کی ہیبت سے دشمن کا خود جو سندان کا حکم رکھتا ہے اُسکے لئے بارِ گردن بن گیا ہے۔

۱۹ - گاوِ گردون = آسمان کی گائے۔ مراد برجِ ثور۔ جو صورۃً گاؤ سے مشابہ مانا گیا ہے۔

۲۰ - خاراشگاف = پتھر کو توڑنے والا۔ لعل پیکانی۔ لعل جو پیکان تیر کی شکل تراشا جاے

۲۱ - اہتزاز = ہوا کا چلنا اور خوشی منانا۔

۲۲ صرصرِ عاد۔ وہ آندھی جسنے قوم عاد کو ہلاک کیا تھا۔

کثرت[۲۳] بادِ عنصری اوسکی | مثبت انقلابِ ارکانی
اس سے دیتے سپہر کو تشبیہ | گر نہ ہوتا ستارہ[۲۴] پیشانی
مانع سعیِ دل پسند اوسکو | ملکِ عالم کی تنگ میدانی
تیرے اوصاف کے صحیفہ مین | صنعتِ کارنامۂ مانی
گل جبینی[۲۵] پہ تیری قربان ہون | نوبہارِ ریاضِ رضوانی
بر[۲۶] و مندیٔ آرزوئے حصول | کشتِ مطلب کی تیرے دہقانی
آستانہ[۲۷] پہ تیرے چرخ نہم | ہو نہ جائے بلند پیشانی
سمجھے ہے درجۂ شرف کیوان | قصرِ رفعت کی تیرے دربانی

۲۳- ممدوح کے بادپا کے مزاج مین ہوا کا عنصر بہت زیادہ ہے - اور یہی زیادتی اُن انقلابات کو ثابت کرتی ہے جو ارکان عالم مین ہوتے رہتے ہین - چار ارکان (عناصر) مین سے اگر کوئی عنصر حد سے زیادہ ہو جاتا ہے تو اعتدال قائم نہین رہتا
گرہیکے زین چہار رشد غالب | جان شیرین برآید از قالب
۲۴- ستارہ پیشانی = وہ گھوڑا جسکی پیشانی پر سفید نشان ہو وہ گھوڑا منحوس سمجھا جاتا ہے -
۲۵ گل جبینی = خندہ پیشانی - ریاض رضوانی = بہشت -
۲۶ - ممدوح کی کشت مراد مین کاشت اور بارآوری مرادف ہین - یعنے ادھر بویا اور پھل آگیا -
۲۷ - کیا عجب کہ چرخ نہم (عرش معلی) ممدوح کے آستان پر پہونچکر بلندی منزلت حاصل کرلے

شعلۂ شمع بزم کو تیرے — دعوئ حسن ماہِ کنعانی
۲۸ داغ مے تیرے جامِ عشرت سے — گل دامانِ پاک دامانی
تیرے دشمن کے واسطے عاشق — زلف جانان سے لے پریشانی
اے سخن سنج نکتہ دان تیری — کس زبان سے کرون ثناخوانی
مجھ سے ناکس کی ہمنشینی کا — تجھسے داور کو شوق پنہانی
۲۹ نہ یہ سمجھا ہون سیر اختر سے — علم ظنی نہ ہووے ایقانی
۳۰ حامل دفتر مدیح سے یون — مجھے پہونچا تھا علم اذعانی
کہ نہین کیون خیالِ طوفِ حرم — مومن اور اتنی نامسلمانی

۲۸ - مطلب یہ ہے کہ ممدوح کے جام عیش سے قطرۂ شراب گر کر دامن پر جو داغ پڑجاتا ہے وہ بجائے مایۂ عار ہونے کے پاکدامنی کے دامن کی زینت کا باعث ہوتا ہے۔ پاکدامنی کے لئے دامن تجویز کیا ہے اور دامن گل کو گل سے زینت ہے۔ داغ اور گل کا مقابلہ ظاہر ہے۔

۲۹ - یہ بات کہ حضور کو مجھ سے ملنے کا اشتیاق ہے مجکو احکام نجومی سے دریافت نہین ہوئی۔ کیونکہ نجوم کی بنیاد ظن و تخمین پر ہے نہ کہ علم و الیقین پر۔ بلکہ دوسرے ذریعہ سے معلوم ہوئی جیسا کہ آگے لکھتے ہین۔

۳۰ - علم اذعانی = وہ علم جو یقینی ہو اور جسکی تعمیل لازم ہو۔ حامل دفتر مدیح سے مراد وہ بزرگ (کرم اللہ) ہین جو ممدوح کی طرف سے مومن کو حاضری دربار کی دعوت لیکر آئے تھے اور جن کی معرفت شاعر نے یہ معذرت کا قصیدہ روانہ کیا تھا۔

تجھے معلوم کیا نہیں ناداں ۔۔۔ فرض ہے حج بہ نصِ قرآنی
کیونکہ ہو عذر بے زری مقبول ۔۔۔ ہے خلافِ قیاس برہانی
اول اُس در پہ سجدہ ریزی کر ۔۔۔ تا ملے مفت جاہِ کیوانی
پھر طواف حرم مین ہو مشغول ۔۔۔ تیرے صدقے[۳۱] شروطِ ایمانی
کب تلک اعتکافِ بتخانہ ۔۔۔ کب تلک کنج دیر و رہبانی
یوسفِ مصرِ نکتہ سنجی حیف ۔۔۔ یون گرفتارِ چاہِ کنعانی
کیا پیام اور کیا پیام گذار ۔۔۔ جسکی ہر بات وعظ عرفانی
آب و تابِ[۳۲] کلام سے اُسکی ۔۔۔ آب ہو لولوئے و مرجانی
عالم[۳۳] محلِ حدیث رسول ۔۔۔ واقف نکتہ ہائے فرقانی
اُسکے آگے علوم پیر فلک ۔۔۔ سبق کودکِ دبستانی
دیکھ اشراق اُسکا افلاطون ۔۔۔ کہے ھذا حکیم ربانی
جبہہ[۳۴] خورشید سے فروزان تر ۔۔۔ جبہہ سے دل زیادہ نورانی
شام پیری مین اوسکا وہ عالم ۔۔۔ رز و روجس سے صبح ریعانی[۳۵]
کرم اللہ نام و ذات اوسکی ۔۔۔ مظہر لطف ہائے یزدانی
ہے مجھے بھی خیالِ طوف حرم ۔۔۔ خضرِ رہ گر ہو فضلِ رحمانی

۳۱-ایمان کے شرائط (ارکان) تجھ پہ قربان ہون - ۳۲- موتی اور مونگا ہونیکی صفت بھی پانی پانی ہوجائے
۳۳-محل = موقع و محل - مصداق - ۳۴- جبہہ = پیشانی - ۳۵- ریعان عنفوان شباب - اٹھتی جوانی

ناکہ صحنِ منا[۳۶] میں کر ڈالوں — نفسِ امّارہ کو بھی قربانی
اس[۳۷] سے افزوں ہے شوق اُس در کا — جس سے حاصل ہو یہ با آسانی
کہ محرک ہے التفاتِ نہاں — تاب فرسا ہے جذبِ روحانی
پر کروں کیا کہ بن نہیں آتی — ورنہ میں اور تیہ ہیمانی[۳۸]
دشت گردی کے شوق نے مارا — ہوں تو دیوانہ لیک زندانی
سوچ سوچ اپنے دل میں ڈرتا ہوں — گو ہوں وسواس ہائے شیطانی
ہے ابھی آرزوئے وصلِ صنم — ہے ابھی حسرتِ ہوس رانی
فکرِ انجام[۳۹] سدِّ راہ ہوئی — سن چکا ہوں حدیثِ صنعانی

۳۶۔ صحن منیٰ = مکہ معظمہ میں ایک جگہ کا نام ہے جہاں حاجی قربانی کرتے ہیں نفس امارہ = وہ نفس جو گناہوں کا حکم دے۔ ۳۷۔ معلوم ہوتا ہے کہ ممدوح حج بیت اللہ کا عزم کر رہے ہیں اور مومن کو بھی شریک سفر کرنا چاہتے ہیں۔ مطلب یہ ہے کہ اس در (در ممدوح) کا شوق جسکی بدولت دولت حج نصیب ہو خانہ کعبہ کے اشتیاق سے بھی زیادہ ہے معاذ اللہ ابھی کعبہ کا یہ اشتیاق ابھی حج سے یہ بے نیازی دیکھو۔ غالب گر اس سفر میں مجھے ساتھ لے چلیں + حج کا ثواب نذر کرونگا حضور کی + ۳۸۔ تیہ ہیمانی = حیرانی اور سرگردانی کا جنگل۔ ۳۹۔ صنعان۔ ایک بزرگ کا نام ہے جو سفر حج کے دوران میں غرور نفس سے گمراہ ہو کر راہ راست سے پھر گئے تھے مگر آخر میں ہدایت غیبی پھر دستگیر ہوئی مطلب یہ ہے کہ اندیشہ انجام کیوجہ سے عزم حج سے قاصر ہوں کہیں صنعان کیطرح میں بھی مبتلائے معاصی نہ ہو جاؤں کیونکہ ابھی دل میں حسرت ہوس رانی باقی ہے۔

بعد یک چند گر خدا چاہے — مین ہون اور تیرے در کی دربانی
آکے اُس بزم مین دکھاؤن گا — شعلہ ہائے خرد کی نیرانی
میرے سینہ کے صفحہ مین ہے رقم — علم دانا دلان یونانی
مجھ تلک پہونچے ہین اب وحدے — ورشتۂ نکتہ ہائے لقمانی
مہرِ افلاک عقل و دانش ہون — فطرتی ہے مری درخشانی
نسر[۴۰] طائر کو سمجھے ہے بے پر — مرغ فکرت کی بال جنبانی
وہ خردمند ہون کہے ہے مجھے — عقل اول حکیم لاثانی
مین روشن دان حکم بر جیسی — مین اوافہم سیر کیوانی
ہون وہ نباض جسکے ناخن مین — حرکاتِ عروقِ شریانی
آئینہ ہے صفا سے دل میرا — کیا ہوا گر نہین ہے حیرانی
میرے خامہ کے جوش گریہ سے — روئے دیتا ہے ابر نیسانی
سامنے میری ترزبانی کے — نطق[۴۱] الکن حدیث سحبانی
میرے ربط کلام کو پہونچے — نثر[۴۲] سعدی نہ نظم سلمانی

۴۰ - نسر = گدھ - آسمان پر دو ستارے ہین جو گدھ سے مشابہ ہین - ان مین سے ایک (نسر طائر) اُڑتا ہوا معلوم ہوتا ہے اور دوسرا (نسر واقع) گرتا ہوا نظر آتا ہے -

۴۱ - نطق الکن = ہکلے کی گفتگو - حدیث = بات سحبان بن وائل فصیح عرب کا ذکر اوپر گذرا -

۴۲ - شیخ سعدی رح شیرازی کی نثر گلستان شہرہ آفاق ہے اور دنیا کی متعدد زبانون مین ترجمہ کی جا چکی ہے - سلمان ساوہ کا ایک مشہور شاعر تھا جسکے قصائد جواب نہین رکھتے - آیندہ شعرون مین خاقانی - انوری - خسرو - کمال مشہور اساتذہ فارسی کا نام ہے جنکی تفصیل غیر ضروری سمجھی گئی

جانفزائی[۴۳] مرے سخن کی دیکھ	سم گنے خضر آبِ حیوانی
میرے[۴۴] زاغ قلم کی نیم صریر	صد صفیرِ ہزار دستانی
میرے گوہر تمام ناسفتہ	میرے یاقوت سب بدخشانی
میری نیرنگیٔ تخیل سے	سیمیاگر[۴۵] ہے روحِ نفسانی
ہیں وہ سرمایۂ بلاغت ہوں	جسکے در کا گدا ہے خاقانی
انوری کے بیان میں ہے کہاں	میری تقریر کی سی تابانی
ملک معنی کا شہریار کہے	دیکھ خسرو مری قلمرانی
میری نسبت سے خاکِ ہند کو ہے	رونق سرمۂ صفاہانی
آج ہوتا کمال تو کہتا	اب تخلص سزا[۴۶] ہے نقصانی
مومن اب ختم کر دعا پہ سخن	تا کجا لافہائے طولانی
جب تلک باعث نشاط و ملال	ہے وصال و فراقِ جانانی

۴۳ - دیکھ = دیکھکر - سم گنے = زہر سمجھے -

۴۴ - میرے قلم کی ہلکی سی آواز بھی بلبل کی ہزار خوش الحانیوں کا جواب ہے - قلم کو زاغ سے تشبیہ دیگئی ہے

۴۵ - سیمیاگر = وہ شخص جو علم سیمیا جانتا ہو - سیمیا ایک علم طلسم ہے جس میں موہوم اشیاء اصلی نظر آتی ہیں - شعبدہ بازی - روح نفسانی نفس ناطقہ یا عقل کو کہتے ہیں - روح جو عالم خیال میں طرح طرح کے شعبدے دکھاتی ہے درحقیقت یہ میرے تخیل کی نیرنگی کا طفیل ہے -

۴۶ - سزا ہے = لائق ہے -

تیرے حساد و رنج گوناگون | تیرے احباب اور تن آسانی
تیرا اقبال روز افزون ہو | جیسے مومن پہ لطف رحمانی

قصیدہ بمدح راجہ اجیت سنگھ برادر راجہ کرم سنگھ رئیس پٹیالہ

صبح ہوئی تو کیا ہوا ہے وہی تیرہ اختری | کثرت دود سے سیاہ شعلۂ شمع خاوری[1]
چشم ستارۂ[2] سحر - لون زحل سے سرمہ سا | دشنۂ ترک چرخ سے تیز نگاہ مشتری
خط بیاض صبح وہ شعلہ دم اژدر سپید | عکس سے جسکے آب ہو آئنۂ سکندری
یلو ہوا ہے کوئی یار خانہ خراب و جان گداز | خفیہ شمال[3] مین سموم باد صبا مین صرصری
سامعہ[4] سوز و دلخراش گریہ فزا و زخم ریز | نغمۂ نوک عندلیب قہقہۂ گل طری

[1] = تیرہ اختری = نصیب کا سیاہ ہونا - بدقسمتی - شمع خاوری = آفتاب - دود کا لفظ تیرہ اختری کی مناسبت سے استعمال کیا ہے -

[2] - شاعر طالع کی واژون اختری کا رونا روتا ہے اور کہتا ہے کہ عجب انقلاب ہے کہ چشم ستارۂ سحر (زہرہ) رنگ زحل سے زیادہ سیاہ ہے - اور نگاہ مشتری خنجر ترک چرخ (مریخ) سے بڑھکر تیز ہے یعنے سعد ستارون مین قلب ماہیت ہوکر میرے حق مین نحوست کا اثر پیدا ہوگیا ہے - زہرہ کو اہل تنجیم سعد اصغر اور مشتری کو سعد اکبر کہتے ہین - اسی طرح مریخ کو نحس اصغر اور زحل کو نحس اکبر مانتے ہین چشم کے لیے سرمہ اور ترک کیواسطے دشنہ کی رعایت ظاہر ہے -

[3] - باد شمال مین گرم لو کی اور صبا مین اندھی کی خاصیت مضمر ہے خانہ خراب بمعنی خانہ خراب کن استعمال کیا ہے اور یہ مومن کے مجتہدانہ تراکیب مین سے ہے - [4] - ماحصل یہ ہے کہ پھولون کے قہقہے اور بلبلون کے چہچہے بجاے خوش ایند ہونیکے ناگوار گذرتے ہین - طری = تر و تازہ - تری غلط معلوم ہوتا ہے

مجکو فغان سے کام اور ذکر مین اہلِ خانقاہ — دیر مین شور بید خوان میکدہ مین نواگری
چار طرف[۵] ہے غلغلہ حیّ علی الفلاح کا — بدظنیون سے عذر لنگ شدتِ ضعف و لاغری
شعلۂ[۶] شمع سے فزون چہرہ مرا زریرگون — رنگِ شفق سے بیشتر گریہ مرا معصفری
رشک[۷] فزا نظارۂ صحبتِ ساکنانِ حجر — پستی بخت کو دکھائے گھر کی بلند منظری
صبح مری شبِ مریض شب اولین گور — زور[۸] گداز بیم شام سختی روزِ محشری
غم نہ سما سکا مرا بسکہ جہان تنگ مین — چرخ[۹] مین یہ محدّبی آگئی اور مقعّری
صبح کی جب بہار ہے ساقی غنچہ لب ہے پاس — مے[۱۰] سے عذار لالہ رنگ لب ہے مذاق[۱۱] شکری

۵ - حیّ علی الفلاح (بہبودی اور فیروزی کی طرف آؤ) بدظنی = بدگمانی - موذن حی علی الفلاح کہتا ہے مگر مومن اپنی تیرہ اختری کے ہاتھون اسقدر مایوس ہے کہ اوسکو اپنی فلاح کے حصول مین شبہ ہے - لہذا وہ نماز کے لیے شدت ضعف کا جھوٹا عذر پیش کرتا ہے -
۶ - زریرگون = زریر کے رنگ کا - زریر ایک گھاس ہوتی ہے جسکا رنگ سبز مائل بہ زردی ہوتا ہے - معصفری = کسم کے رنگ کا - سرخ
۷ - گھر کے منظر بلند (بالاخانہ) پر چڑھکر جب نیچے نگاہ ڈالتا ہون تو پستی بخت نظر آتی ہے یعنے ہمسایون کا طرز زندگی دیکھکر اپنی حالت سے موازنہ کرتا ہون اور رشک سے جلتا ہون -
۸ - اِدھر شام کے خوف سے قوت زائل ہوئی جاتی ہے اُدھر دن کی شدت قیامت کا نمونہ ہے زور گداز خاص ترکیب ہے ۹ کرہ کی بالائی سطح کو محدب کہتے ہین اور اندرونی سطح کو مقعر - ۱۰ مذاق = ذائقہ - شکری - شیرین -

ہر حرکت[۱] محرکِ شوق و مہیجِ ہوس — قلقلِ شیشہ قاہ قاہ مطربِ طرفہ زیوری
بستر گل پہ خوابِ خوش سر خوشیٔ نشاطِ خواب — عطر لباس سے گلاب جرم دماغ کی تری
رطل[۲] گران دمِ صبوح مستیٔ شبینہ روح — سر بسر اہتزاز طبع رنج خمار سرسری
عطرِ مشام[۳] حورِ عین نہ فلکِ نو آفرین — ادخنہ و بخور سے عنبر و بان مجمری
ایک سے ایک کامیاب سینہ حاسدان کباب — ایک طرف شرابِ ناب ایک طرف گرگ ہری
جب نہ رہے طمع تو کیا خلد میں گھر ملے نہ عرض — قصر زبرجد و مئے لعل و جام گوہری
میرے یہ بخت ہائے بخت ایسے نصیب ہائے ہائے! — چارۂ یاس امیدِ حشر مرگ علاج مضطری

۱۔ ہر ایک حرکت شوق کو بیقرار کرنے والی اور ہوس کو جوش میں لانے والی ہو۔ اور شیشہ میں شراب کی آواز زیور پہننے والے مطرب کے نغمہ سے مشابہ ہو۔

۲۔ رطل گران = پیمانہ کلان۔ صبوح = وقت صبح و شراب صبح۔ اہتزاز = خوشحالی سلسلۂ کلام یہ ہے کہ صبح کی بہار اور زندگی کا لطف جب ہے کہ یہ اور وہ سامان عشرت بہم ہوں ابھی روح رات کی شراب کے کیف سے مست ہو کہ صبح کو نیا دور شروع ہو طبیعت مجسم سرور ہو جائے اور خمار کی تکلیف اگر ہو بھی تو سرسری طور پر محسوس ہو۔ اعتیاز غالباً عدم امتیاز کاتب ہے۔ اہتزاز مناسب معلوم ہوتا ہے۔

۳۔ ادخنہ = جمع ہے دخان کی یعنی دھواں۔ بخور = دھونی۔ بان = ایک خوشبو کا نام ہے مجمر = انگیٹھی۔ انگیٹھی میں جو عنبر و بان سلگائے جائیں ان کی دھونی کی کثرت سے اڑنے تو آسمان بھی اسودہ ہیں اور حوروں کے دماغ کو ان سے عطر کی سی طراوت محسوس ہو۔

طولِ امل[۱۴] کی حد نہیں ساز طرب کیا وقت نے	پادشہی جہان ہو کم حیف وہان قلندری
یان کے ہوئے نہ وان کے ہم جیسے تقیر بیت ہے	بندگی خدا تو ہو گر نہ ہو صاحب افسری
چرخ نے جیسے جیتے جی کین پدری عتابیں	خاک کرے گی بعد مرگ ویسی ہی مہر مادری
عشق[۱۵] عیان کا کیا بیان حسنِ ہنر رہا نہان	قمریِ نالہ کش زبان میری ہے دل صنوبری
وہم بیرون شدن خیال قید سے چھوٹنا محال	یان سے گریز کیا مجال بند گران ہے بیکلی
چھوٹے بھی گئے تو راہ بند جائے بجا لامکان	کوئی عجب طلسم ہے گنبدِ چرخ چنبری
رغبتِ[۱۶] وصل پر حذر یار کو ہائے ہائے ہے	نہ اُسے طاقتِ قرار نے ہوسِ ستمگری
کل سے زیادہ آج ہے غم کی فراہمی مباد	آج سے کل زیادہ ہو حال کی اپنے ابتری

۱۴ طول امل - آرزوؤں کی کثرت - افسوس جنکے نزدیک بادشاہی حقیر ہو اسکو فقیری نصیب ہو-

۱۵ - شاعر نے اپنے عشق عیان کی رعایت سے اپنی زبان کو قمری نالہ کش اور حسن نہان (پنہا) کی بنا پر اپنے دلکو صنوبر قرار دیا ہے - قمری کا عشق صنوبر کے ساتھ مشہور ہے - مطلب یہ ہے کہ ادھر تو عشق کے ہاتھوں تباہ رہا اور ادھر حسن ہنر کی بیقدری کی بدولت گمنامی نصیب ہوئی - یوں سمجھئے کہ میری زبان قمری کیطرح نالاں ہے اور میرا دل جو صنوبر کیطرح ہے نہاں ہے شعر میں لف ونشر مرتب ہے - واضح رہے کہ صوفیائے کرام نے دل کو صنوبر کی صورت مانا ہے -

۱۶ وصل پر حذر سے غالباً وصل رقیب کیطرف اشارہ ہے یعنی افسوس محبوب کو رقیب سے ملنے کی تمنا ہے اب نہ اسے قرار کا یارا ہے نہ ظلم کرنے کی خواہش میرے ناقص خیال میں یہ شعر خاص طور پر کاتبوں کی عنایت کا زیر بار احسان ہے کہیں مومن کی روح شرمندہ نہ ہو-

چرخ[۱۷] سے جنگ اور ایک جزوِ ضعیف چرخ یہ
طالع دون خراب ہو آپ کرے جو یاوری

نالہ[۱۸] سے میرے گرم خشک زہرہ و ماہ کا مزاج
گریہ سے میرے سرد تر طبع بروج آذری

جانِ جہان کو دل دیا دشمنِ جان ہوا جہان
سر مین ہوا نظر مین یاس سینہ مین آرزو بھری

یکدل دگونہ گونہ زخم۔ یکتن و فوج فوج خصم
یک جگر و ہزار نیش۔ یک سر و صد گرانسری

جور سہون وفا کرون حق وفا ادا کرون
یہ نہ کرون تو کیا کرون قہر ہے عشق و بزری

قدر ہنر کو چاہئے عقل و تمیز و درک و فہم
دست کشادہ دل فراخ منعمی و تونگری

سو امرائے عصر تو بے خرد اور جہل دوست
بخل کے ساتھ ہر جگہ جمع بہیمی و خری

ایک[۱۹] جہان مین فیض رسان سو وہ برغم آسمان
آج یہان ہے کل وہان واہ کمال داوری

۱۷ - آسمان مجھ سے برسرِ پرخاش ہے اس صورت مین اگر میرا اختر طالع میرے موافق ہو بھی جائے تو بھی بے سود - کیونکہ میرا ستارہ جو آسمان کا ایک حقیر جزو ہے آسمان کی دشمنی سے خود تباہ ہو جائے گا۔

۱۸ - زہرہ اور قمر کا خاصہ سرد مانا جاتا ہے مگر میرے نالۂ آتشین کے اثر سے دونون کا مزاج گرم و خشک ہو گیا ہے۔ اسی طرح میرے رونے کی خاصیت سے بروج آتشی کا مزاج سرد ترین گیا ہے۔

۱۹ - برغم آسمان = آسمان کی ضد پر - کیونکہ آسمان نہین چاہتا کہ ممدوح کا فیض عام ہو۔ مگر شاعر کے نزدیک جبکی یہ خواہش ہے کہ مجھی پر مخصوص کرم ہو یہ مصیبت ہے کہ ایک منعم ہے کس کس پر احسان کرے۔

راجہ اجیت سنگھ نام کام روائے خاص و عام — جود[20] سے جسکے ہے نظام کار جہان کی ابتری

فیل نشین بنا دیا خاک نشین کو اُسنے اب — خاک نہین فلک کو زیب لاف و گزاف برتری

چین سے زر۔ عدن سے در۔ کان سے لعل و گوہر آئے — بسکہ جہان مین شہرہ ہے اُسکی غریب پروری

دست گہر فشان سے وہ نامہ اگر کرے رقم — دام[21] ہما ہو حسرت مرتبۂ کبوتری

لیتے[22] ہوئے گرائے جو بار عطا سے لعل و دُر — کلبۂ خاکروب ہو جیسے دکان جوہری

حاتم و معن پائمال اُسکے صفِ نعال[23] ہین — صدر نشین بزمِ کام بخشی و فیض گستری

لعل[24] لب اُسکے درفشان جیسے گہر نثار دست — جائزہ کم نہ آفرین دونون مین ہے برابری

۲۰ - کارجہان کی ابتری کا نظام بگڑ گیا ہے یعنے ابتری دور ہو کر حسنِ انتظام کا دور دورہ ہے۔ اسلوب بیان کی ندرت ملاحظہ کیجئے۔

۲۱ - اُس نامہ بری کے شوق مین ہما کو کبوتر بننے کی حسرت ہو۔ گویا یہ حسرت ہما کے لیئے جال کا کام دے اور اُسکو پھانس کر لائے۔ تاکہ اُسے ممدوح کے قاصد بننے کی سعادت حاصل ہو۔

۲۲ - کلبہ = گوشہ دکان و مکان - جب ممدوح کسی کو لعل و گہر دیتا ہے تو اُسکی بخشش اسقدر زیادہ ہوتی ہے کہ بہت سے جواہر سائل کے ہاتھ سے زمین پر گر جاتے ہین جنکی بدولت خاکروب مالامال ہو جاتا ہے۔

۲۳ - صفِ نعال = محفل کی آخری صف جسکے قریب نعلین اتاری جاتی ہین۔

۲۴ - ممدوح اپنے مداحون کو انعام اور داد دونون یکسان دیتا ہے کہ جیسے اُسکے ہاتھون سے گوہر برستے ہین ویسے ہی اُسکے منھ سے موتی جھڑتے ہین۔ لف و نشر غیر مرتب ہے۔

[۲۵] یک شبہ خرچ بزم کا نیمہ خراج نیمروز　　بخششِ ساعتہ حاصلِ دولت ہفت کشوری

ایک [۲۶] جہان گدائے در اور وہ سب کا معتقد　　بے طمعی سے شیخ وقت جسکا سوالی دری

دورِ کرم مین اُسکے لعل خشکی لب کا ہے بہا　　دُرِّ یتیم کو ہے چشم یتیم کی تری

[۲۷] اُس سے زیادہ اور کیا ہوگی بخشش و عطا　　کم ہے اکثرون سے ملک میں نہ ہو مقرری

رونق [۲۸] لولیان بزم دیکھکر اوسکی جود سے　　ق　　تیرہ نگاہ بسکہ ہے لولی چرخ چنبری

گرم دعائے بازگشت شکلِ بشر مین آئیگا　　بہرِ حصولِ زیور و چارۂ رشکِ زیوری

[۲۵] - اُسکی بزم کا ایک رات کا خرچ ولایت نیمروز کی مالگذاری کا نصف ہے اور اوسکی ایک ساعتہ کی بخشش حکومت ہفت اقلیم کے برابر ہے - میری فہم ناقص مین فائدہ کا لفظ بے فائدہ ہے - دولت چاہئیے -

[۲۶] - معتقد = اسم مفعول یعنی جسپر سبکو اعتقاد ہو - دنیا آپ کے دروازے کی فقیر ہے اور آپ سب کے مرجع عقیدت - حتے کہ جو شخص آپ کے در پر فقیری مانگتا ہوا آیا تھا اوسکو منہ مانگی مراد ملی یعنے اتنا دیا کہ اب سائل کو طمع نہین رہی اور وہ اپنے زمانہ کا شیخ (پیر) کہلانے لگا -

[۲۷] - مقرری = سرکاری مالگذاری - مطلب یہ ہے کہ ملک گیری سے احتراز کرنا اور مالگذاری مین اضافہ کرنا ممدوح کے ایثار کی بنا پر ہے - عصمت بی بی از بے چادری نہین

[۲۸] - لولی = مطربہ - لولی چرخ = ستارہ زہرہ - ممدوح کی توجہ و نوازش سے لولیان محفل کی رونق دیکھکر زہرہ کو رشک ہوتا ہے اور اس غم سے اوسکی آنکھون مین دنیا تاریک ہے اس لئے شریک بزم ہونے کی خاطر زہرہ پھر دنیا مین بہ صورت انسان آنے کی خواہشمند ہے -

۲۹ اوسکے ادیم حشمت و مائدۂ جلال پر — خستہ ذُباب کی طنین طنطنۂ سکندری

۳۰ جوشِ طراوتِ مشام وجہِ عطاسِ عز و جاہ — لطفِ نسیم مشک بیز خلق شمیم عنبری

۳۱ بوسہ روا بہر طریق سجدہ و فرق با ہر فریق — سنگِ در اوس کا اک صنم رشکِ بتانِ آذری

تو وہ بہارِ باغِ حسن جس پہ کرے نثار جان — لالہ رخی سہی قدی گلبدنی سمن بری

لب کو مثال کس سے دوں لعل و عقیق بے مزا — گل میں کہاں یہ نازکی مُل میں کہاں یہ احمری

۳۲ چشم کا تیری امتیاز روح فزا نظر فزا — گریۂ مستی و نگاہ روح گلاب و عبہری

---

۲۹ - ادیم = چمڑا - مجازاً دسترخوان - مائدہ = دسترخوان - خستہ ذباب = عاجز مکھی طنین = بھن بھناہٹ - طنطنہ = دبدبہ -

۳۰ - ممدوح کا لطف مشک بیز ہوا ہے - اور اوسکا خلق عنبر کی خوشبو ہے - جوشِ طراوتِ مشام کا تعلق لطف سے ہے اور وجہ عطاس عز و جاہ کا خلق سے - غرض یہ ہے کہ لطف کی ہوا سے دماغ کو تازگی ہوتی ہے اور خلق کی خوشبو سے عز و جاہ کو چھینک آتی ہے قاعدہ ہے کہ تیز خوشبو سے چھینک آیا کرتی ہے اور چھینک آنے سے دماغ کو تفریح ہوتی ہے عطاس = چھینک -

۳۱ - بوسۂ سنگ در (جس کو بت قرار دیا ہے) ہر مذہب میں جائز ہے البتہ سجدہ میں اختلاف ہے - آزر بت تراش حضرت ابراہیم کے باپ یا چچا کا نام ہے یہ تشریع جدید مومن کی بدعت ہے -

۳۲ - تیری آنکھ کی ساخت روح و نظر کے لیے باعث قوت ہے - گریۂ مستی کے وقت تیری نگاہ کا یہ عالم ہوتا ہے گویا نرگس اندر عبہر میں روح گلاب ہے -

۳۳ فصلِ بہار بعد یاس کس لیئے غنچہ پھر ہوا ۔۔۔ بزم میں تیری گر نہ تھی گل کو امیدِ ساغری

۳۴ جمع ہین تجھ مین عدل و حسن جن سے خراب ہان کا آب ۔۔۔ مستِ شرابِ شراب ۔ محو پری رخی پری

۳۵ اطلسِ چرخ زیر گرد جوش ہوا رشک سے ۔۔۔ آتشِ سینۂ نجوم خجلتِ آب پیکری

۳۶ تو وہ سوار یکہ تاز عرصۂ رزمگاہ مین ۔۔۔ جامہ دریدہ جسکے ساتھ قطرہ زنی صفدری

۳۳ ۔ فصل بہار مین یاس (خزان و پژمردگی) کے بعد مرجھایا ہوا پھول ازسرنو غنچہ بنا ہے تاکہ پھر پھول بن کر تیری بزم مے مین ساغر ہونے کا شرف ملے ۔ گل ساغر سے مشابہ ہوتا ہے ۔

۳۴ ۔ ممدوح مین عدل و حسن دونون صفتین جمع ہین ۔ لہذا جو اسباب کسی شے کی بربادی کے ہوتے ہین اب ہی برباد ہین حسن کی وجہ سے شراب خود اوسکی خراب لب سے مست ہے اور پری خود اوسکی پری روئی پر مٹی ہوئی ۔ اس لیئے شراب اور پری جو خانہ برانداز عالم تھے معطل ہو گئے ۔ اور یہی تقاضائے عدل ہے ۔

۳۵ ۔ اس شعر مین سہو کاتب سے تقدیم ہو گئی ہے ۔ دراصل یہ توسن کی تعریف سے موخر ہونا چاہیئے مطلب یہ ہے کہ ممدوح کی سواری دیکھکر رشک کی وہ ہوا چلتی ہے کہ اطلس چرخ بھی غبار سے اٹ جاتی ہے اور ستارون کو اپنے وجود سے اسقدر شرمندگی ہوتی ہے کہ اُن کا دل جلنے لگتا ہے ۔ اطلس چرخ = عرش اعلیٰ ۔ آب پیکر = ستارہ ۔ شعر مین چارون عناصر کا نام آگیا ہے ۔

۳۶ ۔ قطرہ زنی = تیز رفتاری ۔ تو میدان جنگ مین ایسا یکتا سوار ہے جس کا کوئی ساتھ نہین دے سکتا ۔ حتیٰ کہ صفدری (شجاعت) بھی تیرے ساتھ دوڑنے مین عاجز رہ جاتی ہے ۔

توسنِ باد پا ترا روزِ وغا لگا ڑ دے — صرصرِ عاد کی ہوا دم میں دکھا کے صرصری

سیرِ ریاض میں نسیم سطحِ ہوا پہ بوئے گل — عرصۂ بحر سے کرے آن میں یہ شناوری

۳۷ روزِ نبرد گرچہ ہو خصمِ جبان کے زیرِ ران — توسن بر ترین فلک تو بھی محال جان بری

اس تگ و دو کو کیا کہیں چرخ پہ اک جست میں — نیم قدم پہ رہ گئی طائری و تگاوری

۳۸ ہائے سبک عنانیاں واہ گران رکابیاں — گاہ غزال چین ہے وہ گاہ پلنگ بربری

۳۹ مجھ سے مدیح سنج کا پیکِ خیال گر نہ ہو — شاہ سوار کیا کرے کس سے ہو اس کی چاکری

۴۰ کر دیے دشمن اس لیے تو نے زبون و سرنگون — سجدہ کریں صفات بد تا کہ ہو نیک محضری

۴۱ تختۂ حریف کا تباہ حال و تغیر کعبتین — نیل مرام و شش جہت مہرۂ و قید ششدری

۳۷ - جبان = بزدل۔

۳۸ - شعر میں لف و نشر مرتب ہے۔ بربر = افریقہ کا ایک ملک جہان کے چیتے مشہور ہیں

۳۹ - ممدوح کے توسن تیز رفتار کی خدمت اگر کسی سے ہو سکتی ہے تو میرے (شاعر کے) پیکِ خیال ہی سے ہو سکتی ہے۔ مومن نے اپنے تخیل کو ایک قاصد تیز رو فرض کیا ہے۔

۴۰ تو نے دشمنوں کو اس لیے سرنگوں (پست) کیا ہے کہ اُن کی صفات بد تیری نیک خوئی کے سامنے سجدہ کریں۔ سجدہ میں صورۃً سرنگوں ہونے کی کیفیت پائی جاتی ہے۔

۴۱ ممدوح کے دشمن کا حال چوسر کے پانسوں کا سا ہے جو بدلتے رہتے ہیں اور اس کے (دشمن کے) حصول مقصد اور شش جہت (دنیا) کی مثال ایسی ہے جیسے مہرہ اور ششدر جس سے مہرہ کا نکلنا دشوار ہوتا ہے۔ شعر میں مراعاۃ النظیر ہے۔

جس [٤٢] نے مقابلہ کیا بیجگری سے چل دیا ۔۔۔ کیا کھلے ایک حملہ مین گرچہ کھلے دلاوری
چرخ [٤٣] سے کم تو کیا ہو وہ خود جو ضربِ گرز اٹھائے ۔۔۔ حربہ سے پہلے سر شکن بہرِ عدو یہ مغفری
ساکنِ بحر و بر تمام رام نہ ہون تو کیا کرین ۔۔۔ تیغ مین یہ نہنگی اور طبع مین ہے غضنفری
افعیٔ رمح سینہ کو چیر کے دل نکال لے ۔۔۔ مارِ سیاہِ زلف سے ہو نہ سکے یہ دلبری
بال و پرِ فرشتۂ موت ہین یا پر خدنگ ۔۔۔ دشنۂ تشنۂ قضا یا ترے تیر کی سری
خندۂ [٤٤] برق تیغ مین گرمیٔ مہر ماہِ تیر ۔۔۔ گریۂ زخمِ تیر مین جوشِ سحابِ آذری
شہرت ظلم و جور سے دور مین تیرے کیا عجب ۔۔۔ ہفت [٤٥] پدر اگر ہم ترک کرین برادری
رونقِ بزم و عزمِ رزم فر جلال و قدر جاہ ۔۔۔ تو نے بغایت کمال جمع کئے نہ سرسری
سینہ پہ روئے دلبران بر مین قبائے ریشمی ۔۔۔ پاؤن پہ فرقِ سروران سر پہ کلاہِ سروری
اسقدر [٤٦] اعتبار ہے اسقدر انقلاب حال ۔۔۔ یعنے ترے خدم کے ہین طالع و بخت سنجری

[٤٢] - جب دشمن کا کام ایک ہی حملہ مین تمام ہو جاتا ہے تو ممدوح کو اپنا زورِ شجاعت دکھانے کا پورا موقع کیونکر ملے۔

[٤٣] - ممدوح کے گرز کی ضرب اٹھانے کے لیے اگر کوئی خود (آہنی ٹوپی) ہو بھی تو آسمان کے برابر تو ہو اس صورت مین ممدوح کا مدعا حاصل ہے کیونکہ دشمن کی سر شکنی کے لیے اسقدر ونی مغفر ہی کافی ہے اب ضرب گرز کی کیا ضرورت ہے۔ مغفر = خود۔

[٤٤] - تیر ایک فارسی مہینہ کا نام ہے جو ساون کے مطابق ہے۔ سحابِ آذری = ماہ آذر (چیت) کا ابر بادِ

[٤٥] ہفت پدر = سات آسمان جو آبائے علوی کہلاتے ہین۔ ضد امہات سفلی۔

[٤٦] سنجر سلجوقیون کا ایک عظیم الشان فرمانروا گذرا ہے جو آخر زمانہ حکومت مین ترکمانون کے ہاتھ سے شکست کھا کر تباہی کی حالت مین مرا ۵۵۲ھ۔ خدم = جمع ہے خادم کی۔

ہے ترے در پہ منحصر اب جو شرف - تو جانے ننگ[٤٧] ماہ کو بیتِ زہرہ - اور زہرہ کو برجِ مشتری
بسکہ خلف[٤٨] محال تھا ہو گئی نسل منقطع ذات پہ تیرے اسقدر ختم ہے پاک گوہری
ہے خرد مجسم و نکتہ نواز قدر دان دیکھ بنگاہِ غور سے تو مری نکتہ پروری
شاعرِ بے نظیر ہون سحر بیان دبیر ہون دم ہے مرا نمونۂ معجزۂ پیمبری
سحرِ حلال[٤٩] سے مرے جادوئے سامری خجل طورِ کلیم اوجِ فکر - نورِ خدا فسون گری
لاف زنی بس ہیچ رسمِ قدیم کیا کرون اس غمِ تازہ سے نہین مجکو امید جانبری

٤٧ - منجمون کے نزدیک ماہ کا زہرہ کے ساتھ اور زہرہ کا مشتری کے ساتھ قران (اجتماع) سعد سمجھا جاتا ہے - لیکن اس دور مین شرف و سعادت صرف ممدوح کی آستان بوسی پر موقوف ہے -

٤٨ - خلف = نائب و جانشین - آپکی ذات اسقدر پاکیزہ ہے کہ جانشین آپکا ہم پایہ نہین ہو سکتا تھا جو صحیح معنون مین خلف کہا جا سکے - اس لئے آئندہ کو نسل ہی منقطع ہو گئی - معلوم نہین کہ اسکو مدح کہا جائے یا ہجو ملیح -

٤٩ - سحر حلال سے مراد شاعری ہے - سامری ایک ساحر کا نام ہے جس نے حضرت موسیٰ کی قوم کو گوسالہ کی پرستش پر آمادہ کیا تھا اور بعد کو حضرت موسیٰ کی بد دعا سے مبتلائے عذاب ہوا تھا - مدعا یہ ہے کہ میری شاعری سحر سامری کو شرمندہ کرتی ہے - مین ایسا ہم لقب حضرتِ موسیٰ ہون جسکا طور اوجِ فکر (بلند پروازئ خیال) ہے وہاں اگر نورِ الٰہی کی تجلی ہوتی تھی یہاں مجھپر فسون گری (شعر گوئی) کے راز کھلتے ہیں

کفر[۵۰] حکایت غرور اوسکے بغیر یہ محال ‌‌‌‌ ‌ ‌ تا متبنی و جریر عار ہے مجکو ہمسری
میری زبان مین وہ بات جس سے ملک سخن پرست ‌ ‌ میرے بیان مین وہ سحر جس سے جنون زدہ پری
جیرتی[۵۱] عقوبت تازہ موکلان قہر ‌ ‌ بسکہ مرے حسد سے ہے تیرہ روان انوری
مجکو[۵۲] یہ گل زمین پسند آ گئی اتفاق سے ‌ ‌ مزرع غیر مین کسے ورنہ سر کدیوری
نان گدا یہ رغبت شاہ جہان غلط غلط ‌ ‌ با ہمہ برتری دردغ آرزوئے فروتری
اب نہین کی ہے اختیار نظم کو سیچ بزبان ‌ ‌ آپ ہین لب پہ بوسہ زن ہندی تازہ عبری
باغ[۵۳] مین اپنے ہر شجر تا بہ چنار و سرو بید ‌ ‌ اول و آخر بہار باد فروش نو بری

۵۰ - غرور کی باتین کرنا میرے نزدیک داخل کفر ہے - مگر دشواری یہ ہے کہ بغیر اسکے اپنا اظہار کمال جو سنت الشعرا ہے محال ہے - بات تو یہ ہے کہ متبنی و جریر جیسے عرب کے مشہور شاعرون سے بھی برابری مین اپنی کسر شان سمجھتا ہون - اصلاً مومن اپنی تعریف کو غرور نہین بلکہ امر واقع جانتا ہے -

۵۱ - چونکہ میرے حسد سے انوری کی روح تیرہ و تاریک ہے اس لئے فرشتگان قہر انوری کے نئے نئے عذاب دیکھکر حیران ہین - یعنی میرا حسد ہی اوسکی جان کے لئے عذاب تازہ پیدا کرتا رہتا ہے

۵۲ - کدیوری = کاشتکاری - سر = خیال - اس زمین مین اکثر شعرائے سلف نے طبع آزمائی کی ہے اس لیئے اسکو مزرع غیر کہا گیا -

۵۳ میرے باغ سخن مین ہر درخت خواہ وہ چنار - سرو یا بید ہی کیون نہ ہو بہار کے اول و آخر (ہمیشہ) اپنے پھل لانے پہ نازان ہے - یعنی سب سدا بہار ہین اور بار آور -

لذت (۵۴) مدح جانفزا تلخی ہجو تاب کاہ — شہد ہے یاں تو شہد ناب صبر ہے تو سقوطری
میری (۵۵) طلاقت لسان میری فصاحت کلام — چارۂ صد رہ آزما از پئے گنگی و کری
میرے (۵۶) معاند و حسود ہرزہ ستائے رفتگان — ہاجی خویش و لیے خبر ہست ملبب کف آوری
ہیں یہ سگانِ جیفہ خوار نغز سخن سے بے نصیب — کافرِ استخواں پرست طرفہ سگی و کافری
ہیں وہ شہِ سریرِ فضل جس کے خطیب کیلیئے — اوج و حضیض آسماں پست و بلند منبری
فرطِ (۵۷) جمال سے نہیں گرچہ لباس کا خیال — تو بھی تو بکر فکر کو ننگ ہے زہرہ معجری
قیمت (۵۸) حسن یوسفی میرے سخن کا رونما — ہے تو وہ جنس جس کی بیع پایہ فزائے مشتری

---

۵۴ - میرے مدحیہ قصیدے روح کو تازگی بخشتے ہیں اور میری لکھی ہوئی ہجویں ہمت توڑ دیتی ہیں میرے پاس اگر شہد (مدح) ہے تو خالص اور ایلوا ہے (ہجو) تو اصلی سقوطر ایک جزیرہ ہے جہاں کا ایلوا (صبر) مشہور ہے ۵۵ چارہ صد آزما = سو دفعہ کا آزمایا ہوا علاج - میری گویائی گونگے پن اور بہرے پن دور کرنے کا مجرب علاج ہے -

۵۶ - میرے مخالف جو شعرائے سلف کی تعریف کرتے ہیں - اصلاً یہ خود اپنی ہجو کرتے ہیں اور اپنی نالائقی ثابت کرتے ہیں - اور ان کو خبر نہیں - ناحق غیظ کی وجہ سے منھ میں جھاگ بھر بھر لاتے ہیں - جیفہ = مردار - ۵۷ بکر = کنواری - بکر فکر = اچھوتے خیالات - زہرہ معجری = زہرہ کی سی چادر ہونا -

۵۸ میرے جنس کلام کی بیع سے خود خریدار کی قدر و قیمت بڑھ جاتی ہے مشتری = گاہک - رونما = منھ دکھائی -

حضرت مومن اسقدر لاف اگرچہ ہے درست | طولِ مقال عیب شعر جملہ عیوب سے بری
ختم سخن دعا پہ ہو - تا نہ اثر مین ہو کلام | اب ہو یہ قصہ مختصر ختم ہوئی سخنوری
۵۹ تاکہ ہے بیت ہفتمین قوت لولی فلک | تاکہ نہم مین ہے فرح بہر عروسِ خاوری
تجکو نصیب دولتِ صحبتِ نوجوان نگار | تجکو ہمیشہ عشرتِ تازہ عروسِ دلبری
تا ہے الفت آزما نازو غرورِ دلربا | تا رہے آرزو فزا طرزِ ادائے دلبری
۶۰ جو دو یہ تیرے جان نثار غارتیان دین و دل | وصل سے تیرے کامیاب لب شکران عسکری
تاکہ ہو نوبہار مین قسمتِ رند مشربان | مستی و بے حجابی و نغمہ زنی و مے خوری
۶۱ بہرِ حسود جام زہر - ساغر مے ترے لیے | تا نہ ہو ناگوارِ طبع تلخی بادہ ستمگری
رقص و سرود سے تری انجمن نشاط گرم | ۶۲ شعلہ زود عارضِ روشن و زلفِ عنبری
۶۳ سوئے ہزار گوشِ جان رو کے زمین پہ زرفشان | باغ مین جب تلک اسطرح جلوہ کرے گل طری
تجکو نصیب بزم مین داد دہی صلہ دہی | تجکو مبارک ایکسو مدح گری گدا گری

---

۵۹ - لولی فلک = زہرہ - عروس خاوری = آفتاب - جب زائچہ کے ساتوین خانہ مین زہرہ واقع ہوتا ہے تو صاحب طالع کے حق مین احکام نجوم موثر ہوتے ہین - اور جب نوین خانہ مین سورج ہوتا ہے تو خوشی کا باعث ہوتا ہے ۶۰ عسکر = ایک شہر کا نام جو بصرہ اور فارس کے درمیان ہے ۶۱ شراب مین جو تلخی ہوتی ہے وہ تیری خاطر شیرین بن جائے تاکہ ناگوار طبع نہ ہو -

۶۲ - تیری گرمی محفل مین اگر شعلہ ہو تو حسینونکے عارض روشن کا - اور دھوان ہو تو زلف عنبری کا

۶۳ - ہزار = بلبل - گل طری = گل تر - تازہ پھول - مصرع اول گل کی جلوہ گری کی کیفیت ہے!

حس ۸۹۱۲۴۳۱۴
آخری درج شدہ تاریخ پر یہ کتاب مستعار
لی گئی تھی مقررہ مدت سے زیادہ رکھنے کی
صورت میں ایک آنہ یومیہ دیرانہ لیا جائیگا

[illegible]

جامع [illegible]

۱-۱ [illegible]

[illegible]

۱-۲ [illegible]

[illegible]

۳- [illegible]

[illegible]

۴- [illegible]

[illegible]

۵- [illegible]

[illegible]

۶- [illegible]

[illegible]